کتابِ خضر

حقیر بسمل

آواز پبلی کیشنز
اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
رابطہ نمبر:03335577993

ان دیوانوں کے نام
جو دین کی سربلندی کے لیے سرگرم عمل ہیں

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب	:	کتابِ حضر
مصنف	:	حقیر بسمل
پروف ریڈنگ	:	احمد ستی
ایڈیٹنگ	:	محمد عثمان
اہتمام	:	محمود اظہر
ناشر	:	آواز پبلی کیشنز
کمپوزنگ	:	میٹرکس کمپوزر
اشاعت	:	اول
صفحات	:	84
تعداد	:	500
سن اشاعت	:	مئی 2023
مطبع	:	محمود برادرز پرنٹرز
قیمت	:	200روپے

آواز پبلی کیشنز

اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی

رابطہ نمبر: 03335577993

کتاب میں دیا گیا مواد لکھاری کے ذاتی خیالات ہیں

اسے ہرگز سرکاری رائے یا پالیسی کے طور پر نہ لیا جائے

تعارف

حقیر بسمل کا ادبی سفر بہت شاندار ہے۔ کم عمری میں ہی آپ نے ادبی میدان میں کامیابی کے جھنڈے گاڑے ہیں۔ آپ کا ادبی سفر 2019 میں شاعری کی کتاب "زندانِ الم" سے شروع ہوا اور اب تک آپ آٹھ کتابیں لکھ چکے ہیں۔ آپ اپنی پیشہ وارانہ اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود یہ کٹھن سفر جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے چاہنے والوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

آپ کی نئی کتاب "کتابِ خضر" میرے ہاتھ میں ہے اور میں حیرت زدہ ہوں کہ مصنف نے کس عمدگی سے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کتاب کو تصنیف کیا ہے۔

اس تحریر کا تعلق افسانوی ادب (فکشن) سے ہے جو کہ جزوی یا مجموعی طور پر مصنف کے خیالات پر مشتمل ہوتا ہے۔

"کتابِ خضر" میں مصنف نے کمال مہارت سے مستقبل میں جاکر غفلت میں ڈوبی ہوئی قوم کو آئینہ دکھانے کی سعی کی ہے تاکہ وہ اپنی آنے والی ہلاکت کو دیکھ کر بیدار ہو جائیں۔ یہ کتاب عام طور پر تمام مسلمانوں اور خاص طور پر اپنے ایمان اور آخرت کی فکر کرنے والوں کے لیے ایک بہترین تحفہ ہے۔

"احمد ستی"
کہوٹہ، راولپنڈی
23 اپریل 2023

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
7	یکم اگست 2043 عیسوی
18	خضرؑ سے ملاقات
24	حمد و ثناء
26	مقصدِ حیات
28	کھلی نشانیاں
35	فتنوں کا دور
50	سورۃ لکہف
57	باطل سے بیزاری
60	دین خیر خواہی کا نام ہے
66	Balance Of Power
69	علماء سے التجاء
75	اختتامی کلمات
77	انقلاب
83	مقصد کلام

یکم اگست 2043 عیسوی

معمول کی طرح آج بھی فیصل مسجد میں نمازِ فجر کی امامت امیر المومنین امارت اسلامی پاکستان مولانا علی بن عثمان نے کرائی۔ نماز کے بعد زیادہ تر لوگ گھروں کو لوٹ گئے اور چند ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ میں امیر المومنین سے مصافحہ کرنے گیا تو آپ نے مجھے پاس بٹھالیا۔

آپ نے مجھے مخاطب کر کے کہا: "اے صاحبِ مصائب! تُو تو اِس بات سے بخوبی واقف ہے کہ میرے کندھوں پر کتنی بھاری ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ دجالی فتنوں کی جڑ کاٹنے کے لیے مجھے ایسے لشکری ملے ہیں جن کے ذہنوں کی آبیاری برسوں باطل نے کی ہے۔ گو انھوں نے نفاذِ شریعت کے لیے بھرپور جہاد کیا۔ مگر اُن کے ذہن شریعت کے آگے سر نگوں ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ نظامِ باطل کی رعنائیاں اب بھی اُنھیں برابر لبھاتی ہیں۔

دوسری طرف معرکہ آخر الزماں سر پر ہے اور اس کی ذمہ داری ہمیں سونپی جا چکی ہے جس سے منہ پھیرنے کی کوئی راہ نہیں۔ بہت سے اہلِ بصیرت نے دارالکفر سے اِس خطے کی طرف ہجرت بھی شروع کر دی ہے۔ علامات قیامت کی تسبیح، جس کا پہلا موتی بعثت رسول ﷺ سے گرا تھا آج اُس میں گنتی کے چند دانے باقی ہیں۔ ہر علامت جسے حضرت امام مہدیؑ سے پہلے ظہور پذیر ہونا تھا، ظاہر ہو چکی ہے۔ کسی بھی دن دفعتاً حضرت امام مہدیؑ مدینہ

سے مکہ کی طرف نکلیں گے اور لوگ انھیں پہچان کر انکے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔

مجھے یہ فکر لاحق ہے کہ کیسے اپنے لشکریوں کے دلوں سے باطل کی محبت کھرچ سکوں جو تہہ بہ تہہ جمی ہوئی ہے۔ تا کہ انکے رگ وپے میں ایمان کا نور اُتر سکے اور وہ آخر الزماں کے عظیم فتنوں میں استقامت کا مظاہرہ کر سکیں۔

اے عزیز! تو جانتا ہے کہ حالیہ اسلامی انقلاب سے پہلے یہاں اسلام صرف اتنا رہ گیا تھا جتنا کسی صراحی کو الٹ دینے کے بعد اُسکی تہہ میں چند قطرے مشروب بچا رہتا ہے۔ دیکھنے والے کو نظر تو آتا ہے مگر اُس کی افادیت کچھ نہیں ہوتی۔ کسی تشنہ لب کی تشنگی کو بجھا سکتا ہے نہ ہی کسی کے داغ دامن کو مٹا سکتا ہے۔ اور نہ ہی کسی کھیتی کو سیر اب کرنے کے کام آئے۔ ایسی صراحی کو عموماً خالی ہی تصور کیا جاتا ہے اور پوچھنے والے کو بھی یہی کہا جاتا ہے کہ یہ مشروب سے محروم ہے۔ اگر اِسی صراحی پر لکھ دیا جائے کہ بھری ہوئی ہے تو وہ کسی صورت بھر نہیں جائے گی۔ مگر ہاں جو بے دیکھے بے جھانکے گزر جائے گا وہ یہی خیال کرے گا کہ یہ صراحی بھری ہوئی ہے۔

سو جس نے اِس ملک کے نظام حکومت میں جھانک کر دیکھا اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ اسلام کے مشروب سے محروم ہے اور جس نے صرف اسکے نام پر اکتفا کیا وہ اِس وہم میں تھا کہ اِس میں اسلام ہے۔ اسمبلی میں بیٹھے عوامی نمائندے کسی چیز کو متفقہ طور پر منظور کر لیتے تو وہ نافذ کر دی جاتی تھی چاہے وہ کتاب اللہ کے واضح خلاف ہوتی۔

اے عزیز! تو جانتا ہے کہ دشمن نے کس طرح درجہ بدرجہ لوگوں کے نورِ ایمان کو بجھایا ہے اور فحاشی و عریانی کو پروان چڑھایا ہے۔ اسی ملک میں آج سے تقریباً بیس سال پہلے (یعنی

2022 میں) ہم جنس پرستی کو فروغ دینے والی فلم "جوئی لینڈ" کی نمائش پر لوگوں نے سخت ردِ عمل کا مظاہرہ کیا تھا۔ مگر دشمن کی سعی پیہم کی کرامت دیکھو کہ ٹھیک اس کے دس سال بعد "Human Rights" کی آڑ میں ہم جنس پرستی کی اجازت کے لیے قرارداد پیش ہوئی اور تقریباً سب نے اُسے منظور بھی کر لیا سوائے چند کے۔ جن چند نے ان کے خلاف دلائل پیش کیے ان پر قہقہوں سے اسمبلی ہال گونج اُٹھا تھا اور عوام بھی اپنی مجلسوں میں ان کا ذکر کر کے خوب ہنسے تھے۔ اس کے علاوہ جناب سپیکر کے ریمارکس کو سب نے بہت سراہا جن کا کہنا تھا کہ "ہم سب مسلمان ہیں اور اللہ اور اُسکے رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں مگر ہمیں زمانہ جاہلیت کی سوچ سے نکلنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہے وہ اپنے بندوں پر خواہ مخواہ پابندیاں کیوں لگائے گا۔ کتاب اللہ میں بھی ہم جنس پرستی کی حرمت کا کہیں ذکر نہیں ہے سوائے ایک قصے کے۔ شدت پسند لوگ قوم لوطؑ کے قصے کا سہارا لے کر اپنی دکانیں چمکا رہے ہیں۔ عوام کو ابھی ایسے قدامت پرستوں کی نشاندہی کرنی ہو گی اور انھیں اپنی صفوں سے نکال باہر کرنا ہو گا۔ ورنہ ہم ہمیشہ ترقی سے محروم رہیں گے۔

ہم دنیا سے کٹ کر نہیں رہ سکتے۔ دنیا اتنی ترقی کر چکی ہے کہ بیشتر ممالک میں (Incest)[1] کو بھی جائز قرار دے دیا گیا ہے اور بیشتر اسلامی ممالک نے بھی اسکا خیر مقدم کیا ہے۔

[1] اس سے مراد حرمت والے رشتے مثلاً ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ سے جسمانی تعلق قائم کرنا۔

جن لوگوں کو ان اقدام سے مسئلہ ہے وہ ہمسائیگی میں موجود[1] (Den of Devil) کی طرف دفع ہو جائیں جہاں کوڑے بھی مارے جاتے ہیں اور ہاتھ بھی کاٹے جاتے ہیں تا کہ انھیں اطمینان حاصل ہو جائے گا۔"

جناب سپیکر نے جب اپنی بات ختم کی تھی تو پورا ہال تالیوں سے گونج اُٹھا تھا۔

اے عزیز! دیکھ کہ یہ قوم کس حد تک پہنچ چکی تھی۔ تو سورۃ الاعراف میں قوم لوط کا ذکر پڑھ تجھے اپنی قوم کا خو بخو اُس میں عکس نظر آنے لگے گا۔

فرمایا: "اور اسی طرح جب ہم نے لوطؑ کو (پیغمبر بنا کر بھیجا تو) اُس وقت انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے اہلِ عالم میں پہلے کسی نے اِس طرح کا کام نہیں کیا۔ یعنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر لونڈوں پر گرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو۔ تو ان سے اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا اور بولے تو یہ بولے کہ ان لوگوں کو اپنے گاؤں سے نکال دو (کہ) یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں (7:80-82)"۔

اے عزیز! ذرا دیکھ کہ ہم جنس پرستی کو فروغ دینے والی فلم بننے پر احتجاج کرنے والی قوم، اس کے ٹھیک دس سال بعد ہم جنس پرستی کے نفاذ کو کیسے قبول کر سکتی ہے۔

دشمن نے بڑی دور اندیشی سے چال چلی تھی جس کی مثال یہ ہے کہ اگر مینڈک کو اچانک ابلتے پانی میں ڈال دیا جائے تو وہ چھلانگ لگا دے گا۔ لیکن اگر اسے پانی میں ڈالا جائے اور پھر آہستہ آہستہ پانی کو گرم کیا جائے تو مینڈک کو محسوس نہ ہو گا اور وہ آخر پانی میں پک کر مر جائے گا۔

[1] مراد امارت اسلامی افغانستان

اے عزیز! یہی حال اِس قوم کا ہوا ہے۔ شروع میں ہی اچانک اگر ایسی قرار داد پیش کی جاتی تو قوم نے اِس اسمبلی ہال کو ہی جلا دینا تھا۔ دشمن نے عوام کے قلوب کو شر کے پانیوں میں رفتہ رفتہ یوں پکایا کہ بک کر مر گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے جس بات پر اسمبلی ہال جلنے کا اندیشہ تھا اسی بات پر بعد میں جشن منایا گیا اور قرار داد پیش کرنے والوں کو خوب سراہا گیا۔

عزیز! یوں پروان چڑھنے والی قوم کو میں کیسے دین کی برکتوں اور رحمتوں کی یقین دہانی کراؤں۔ انھیں کیسے سمجھاؤں کہ یہ حسین نظر آنے والا نظام جس کی زلفوں کے اسیر بنے بیٹھے ہیں، در حقیقت انکے گلے کا پھندا ہے جو انھیں ہلاک کیے بغیر نہ چھوڑے گا۔

اے عزیز! اسکے علاوہ نظام تعلیم کے ذریعے جو لوگوں کے ذہنوں میں غلاظت بھری گئی اس کی داستان اور بھی درناک ہے۔ میں نے اکیسویں صدی کے آغاز میں ہوش سنبھالا اور سکول جانا شروع کیا۔ تب تعلیمی نظام قدرے بہتر تھا۔ کلاس میں اسلامی تعلیمات کا مضمون لازمی ہوتا تھا اور اردو، انگلش وغیرہ کی کتابوں میں بھی اسلامی ہیروز کے تذکرے بکثرت ملتے تھے۔ اگر کسی خلافِ شرع بات کی نشاندہی ہوتی تو عوام بھی اسکی درستگی کا مطالبہ کرتے اور حکمران بھی بات سنتے تھے اور تصدیق ہو جانے پر اسکی درستگی کے احکامات بھی جاری کرتے تھے۔ مگر دیکھ کہ اس کے بعد رفتہ رفتہ کیسی خوفناک تبدیلی آئی۔

اسلامیات کی جگہ موسیقی اور ڈانس نے لے لی۔ پہلی کلاس سے بارہویں تک ہر جماعت میں ڈانس اور میوزک ایک لازمی مضمون ٹھہرا۔ کلاس میں خواتین کے لیے سر ڈھانپنے کی پابندی اور جسکا لباس جس قدر کم ہو اسکی اس قدر حوصلہ افزائی ہونے لگی۔ شراب کو حرام سمجھنا جاہلانہ سوچ کا نتیجہ تصور کیا جانے لگا۔ طلباء وطالبات میں ناجائز جنسی تعلق حلال سمجھا جانے

لگا بلکہ اپنے تعلقات کا ذکر کر کے ایک دوسرے پر طالب علم فخر کرنے لگے کہ میں اس اس کے ساتھ ہم بستر ہوا ہوں یا ہوئی ہوں۔

اے عزیز! تو نے یہ بھی دیکھ لیا کہ جب طلباء و طالبات کے درمیان حرام جنسی تعلق عام ہو گیا اور لوگوں کے لیے معمول کی بات بن گئی تو پھر ہم جنس پرستی اور[1] (Incest) وغیرہ جیسے قبیح گناہوں کو فروغ دیا جانے لگا۔ اس کی ابتدا تو فلموں، ڈراموں اور میڈیا وغیرہ سے کی گئی مگر اس کے بعد تعلیمی اداروں کو اس کے فروغ کے لیے استعمال کیا گیا۔ تجھے یاد ہو گا کہ فروری 2023 میں incest سے متعلق COMSAT یونیورسٹی اسلام آباد میں طالب علموں سے ایک سوال کیا گیا تھا جس پر لوگوں نے سخت ردِ عمل کا مظاہرہ کیا تھا۔ مگر دشمن کا وار کام کر گیا تھا کیونکہ لوگوں کے دلوں میں یہ بیج بو دیا گیا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد بہت سے ایسے واقعات منظرِ عام پر آنے لگے۔ وہ شرمناک سوال انگریزی زبان میں تھا جسکا ترجمہ یہ ہے؛

"جولی اور مارک، جو بہن بھائی ہیں فیصلہ کرتے ہیں کہ اگر وہ محبت کرنے کی کوشش کریں تو یہ دلچسپ اور مزے دار بات ہو گی۔ کم از کم، یہ ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک نیا تجربہ ہو گا۔ جولی پہلے سے ہی پیدائش پر قابو پانے کی گولیاں لے رہی تھی، اور مارک کنڈوم استعمال کرتا تھا۔"[2]

---

[1] اس سے مراد حرمت والے رشتے مثلاً ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ سے جسمانی تعلق قائم کرنا۔

[2] Controversy erupts over quiz by COMSATS professor in Islamabad https://tribune.com.pk/story/2402228/controversy-erupts-over-quiz-by-comsats-professor-in-islamabad

اس سوال پر طلبہ کو اظہارِ خیال کرنے کو کہا گیا تھا۔

اے عزیز! اس کے بعد تو نے دیکھا کہ طاغوتی طاقتوں کی مسلسل کوشش نے کیسا اثر دکھایا۔ لوگوں کو اب یہ سمجھانا مشکل ہو گیا ہے کہ حرمت والے رشتوں کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنا گناہ کا کام ہے۔ اس سے منع کرنے والوں سے دلیلیں طلب کرتے ہیں اور اس کی طرف بلانے والوں کو داد دیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جدید تعلیمی ادارے کفر و شرک اور فحاشی کے اڈے بن کر رہ گئے تھے۔ اگر پچھلے دور میں ایسے حالات بنا دیے جاتے تو ایک مسلمان گھر کے کسی کونے میں بیٹھ کر اَن پڑھ مرنا پسند کرتا بجائے اسکے کہ ایسے تعلیمی اداروں میں جاتا۔ مگر رفتہ رفتہ یہ معمول کی بات بن گئی اور لوگوں کی جھجھک جاتی رہی۔ اور اب بے حیا بنے بیٹھے ہیں۔

اے عزیز! تو حیا کی پامالی کا اندازہ اِس بات سے لگا سکتا ہے کہ پہلے جن فلموں کا دیکھنا عیب تھا اور ایسا گناہ کرنے والے پر ایک خوف طاری رہتا تھا کہ اگر کسی کو معلوم ہو گیا تو میرا کیا بنے گا اور اسی ڈر کی وجہ سے لوگ ایسے گناہوں سے رکے رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ نوجوان ایسی فلمیں ساتھ بیٹھ کر دیکھنے لگے اور ان کی عمدگی پر اپنی محفلوں میں تبصرے کرنے لگے۔ پہلے خواتین کے نازیبا لباس پر تنقید کی جاتی تھی مگر بعد میں انھیں داد دی جانے لگی۔ بے لباسی اس حد تک پہنچ چکی تھی جس کی نشاندہی آپؐ نے کی تھی کہ آخری زمانے میں عورتیں لباس پہنے ہوئے ننگی ہوں گی اور وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گی۔ اِس کے علاوہ بین الاقوامی اعزازات کے لالچ میں اس ملک کی فلم انڈسٹری سے کون کون سی نازیبا فلمیں نہیں بنوائی گئیں۔ بے شک شریعت کا نفاذ تو ہو گیا مگر وہ زہر تو لوگوں کے ذہنوں میں اسی طرح باقی ہے۔

اے عزیز! تو فوج کی حالتِ زار سے بھی واقف ہے۔ مادہ پرستی نے ان کے اندر سے جذبہ جہاد

کو یوں مٹا ڈالا ہے جیسے کسی پھل سے رس نچوڑنے والا حتی الامکان کوشش کرتا ہے کہ کوئی قطرہ باقی نہ رہ جائے۔ موت سے یوں بھاگتے ہیں جیسے گدھا شیر کو دیکھ کر بدکتا ہے اور دنیا کو کافروں کی طرح عزیز رکھتے ہیں۔ ان کے اندر مغربی تہذیب کو اس قدر عام کیا گیا کہ بامشکل اسلام کی کوئی نشانی ڈھونڈے ملتی ہے۔ دہشتگردی کی روک تھام کے نام پر اسلامی تعلیمات کو بالکل مسخ کر دیا گیا۔ داڑھی، ٹوپی اور سنت لباس پر پابندی عائد کی گئی اور مغربی حلیے کو اپنایا اور سراہا گیا۔

Women Rights کی آڑ میں عورتوں کو ہر شعبے کی طرح فوج میں بھی بھرتی کیا گیا۔ جس کی وجہ سے کج روی کے ایسے شرمناک واقعات ابھر کر سامنے آئے جیسے بیس سال پہلے (یعنی 23-2022 میں) مغربی ممالک کی افواج میں پیش آتے تھے۔ گو کہ عورت کے لیے ویسے بھی مردوں کے بیچ یوں کام کرنا جائز نہیں لیکن پھر بھی اگر شرعی حدود کے اندر رہ کر ان سے کام لیا جاتا تو اس قدر تباہی نہ ہوتی۔ تو نے دیکھ لیا کہ Women Rights کی آڑ میں کس قدر عورتیں جنسی ہوس کی بھینٹ چڑھیں۔

مختصر یہ کہ فوج کے اندرونی معاملات اس قدر بگڑ گئے تھے کہ انھیں سے سر اٹھانے کی کسی کو فرصت نہیں تھی۔ کوئی سماجی برائی ایسی نہیں تھی جس نے یہاں ڈیرے نہ ڈالے ہوں ؛ناانصافی، فراڈ، نشہ آور چیزوں کا استعمال، زناکاری، ہم جنس پرستی، بالا افسروں کی حکم عدولی، پیسے کے لیے ملکی راز بیچنا، آسائش پرستی، جنگ سے گریز کرنا، اپنے لوگوں کا قتل اور موت کا خوف وغیرہ۔

افسوس! کیسی باصلاحیت اور منتظم فوج تھی جو کہ بعد ازاں اسلامی تعلیمات کو ترک کر کے

ہلاک ہو گئی۔اب اس مسمار قلعے کو از سر نو تعمیر کرنا پڑے گا اور وقت بہت قلیل ہے۔

اے عزیز! اس چمن کی شاخ شاخ میں اسی طرح زہر بھرا ہوا ہے جو کہ اہل چمن کی ہلاکت کا باعث بنا ہوا ہے۔ اسلامی نظام تو قائم ہو چکا لیکن ایک طویل عرصے سے جو عوام کے ذہنوں میں باطل افکار کی آبیاری ہوئی ہے، انھیں مٹانے کے لیے بھی ایک طویل عرصہ درکار ہے۔ دوسری طرف مہلت بہت تھوڑی ہے اور ظہورِ امام مہدیؑ کے آثار واضح ہوتے جا رہے ہیں۔

اِس تاریک شب میں مجھے ایک ہی امید کی کرن نظر آتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت خضرؑ کے خطبے کو دوبارہ سے عام کیا جائے جس نے عوام کو باطل نظام کے خلاف جہاد کے لیے ابھارا تھا۔ ہر شخص کے پاس اسے تحریری شکل میں پہنچایا جائے تاکہ لوگ اسے دھیان سے پڑھیں اور انکے قلوب سے باطل کی میل دھل جائے۔

اے صاحبِ مصائب! تو نے نہیں دیکھا کہ ایک صدی سے سوئی ہوئی قوم کو کیسے اِس خطبے نے جھنجھوڑا کہ چند ہفتوں کے اندر باطل نظام کا تختہ الٹ کر رکھ دیا اور اسلامی نظام قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اب دوبارہ وہ سبق بھول بیٹھے ہیں۔

اِس خطبے کے ذریعہ جب لوگ ہوش میں آجائیں تو پھر دوسرا خطبہ ان سے بیان کیا جائے جس میں مستقبل کے لیے حکمت عملی ہے۔ یوں وہ دوسرے خطبے کو قبول کر لیں گے ورنہ جھٹلا کر منہ پھیر دیں گے اور بدترین ذلت اپنے نام کر بیٹھیں گے۔

اے عزیز! اِس خطبے کو مرتب کرنے کی ذمہ داری میں تمھیں سونپتا ہوں کیونکہ تم ان چند لوگوں میں سے ہو جن کے پاس دونوں خطبے تحریری شکل میں مکمل موجود ہیں۔ اور تم اُمت کا

درد بھی رکھتے ہو جو تمھاری تمام تر جدوجہد سے واضح ہے"۔

امیر المومنین کے اِس حکم میں مجھے "نہ" کہنے کا کوئی جواز نظر نہ آیا اسلئے میں نے بلا تامل لبیک کہا۔

امیر المومنین کے حکم کے مطابق حضرت خضرؑ کے خطبے کی اشاعت کا فرض میں نے ادا کر دیا ہے۔ اب جس تک یہ خطبہ پہنچے اُسے چاہیے کہ خود بھی اِسے بار بار پڑھے اور لوگوں میں بھی اِسے عام کرے تا کہ اجتماعی طور پر ہم اپنی کھوئی ہوئی دانائی و بینائی کو دوبارہ پا سکیں۔

خضرؑ سے ملاقات

اے میرے عزیز ہم وطنو! حضرت خضرؑ کے خطبے سے پہلے انکی ملاقات کے احوال تم سے بیان کر دیتا ہوں تا کہ سمجھنا آسان ہو جائے۔ تم اِس بات سے بخوبی واقف ہو کہ پچھلے بیس سالوں (یعنی 42-2022) میں دو لاکھ سے زائد مسلمان جلا وطن کر دیے گئے یا خود امارت اسلامی افغانستان کی طرف ہجرت کر گئے۔ تیس ہزار سے زائد علماء کرام نے شدت پسندی کے الزامات میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں اور اسی جرم میں تقریباً دس ہزار مجاہدینِ اسلام کو پھانسی بھی دی گئی۔

پھانسی چڑھائے جانے والوں میں میرے استاد شاہ ولی اللہ بھی شامل تھے۔ آپ کو جولائی 2042ء کے دوسرے ہفتے میں خطبہ ءجمعہ میں شدت پسندانہ تقریر کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا اور ایک ہفتہ کے اندر اندر آپ کو پھانسی دے دی گئی تھی۔

آپ کا جرم، جہاد کی تلقین کرنا تھا۔ خطبہ ءجمعہ میں آپ نے سورۃ النساء کی درج ذیل آیت تلاوت کی تھی:

"اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ خدا کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اِس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔ اور

اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مدد گار مقرر فرما۔"(4:75)

اِس آیت کی تشریح کرتے ہوئے استاد نے فرمایا تھا کہ آج ضرورت اِس امر کی ہے کہ امت تمام اختلافات کو پس پشت ڈال کر یکجا ہو اور دنیا بھر میں جہاں جہاں مسلمانوں پر مظالم ڈھا ئے جارہے ہیں اس کے خلاف جہاد کریں۔

آپ کا یہ خطبہ جب وائرل ہوا تو حکومت نے فوری نوٹس لے کر آپ کو گرفتار کیا اور اپنا فیصلہ سنا دیا۔ حکومت کے پاس کوئی اور چارہ بھی نہ تھا کیونکہ باطل نے سودی نظام کے ذریعے اپنے شکنجے ایسے گاڑ لیے تھے کہ ہر فیصلہ باہر سے ہوتا تھا۔ جہاد، خلافت اور شریعت وغیرہ جیسے الفاظ کے استعمال پر سخت پابندی تھی اور بیشتر علماء کو اِسی جرم میں قید کیا گیا یا پھانسی دی گئی۔

استاد کی پھانسی کے چند دن بعد مدرسے کو بھی بند کر دیا گیا۔ اُس شب جب استاد کی پھانسی کی خبر پہنچی، مدرسے میں صف ماتم بچھ گیا تھا۔ ہر طالبعلم اشک بار تھا اور انکا دکھ انکھوں سے پھوٹ پھوٹ کر بہہ رہا تھا۔ رات کو کسی نے بھی کھانا نہ کھایا۔ مدرسے کے درو دیوار سے بھی اداسی ٹپک رہی تھی گویا وہ بھی غم میں مبتلا ہوں۔

میں سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے کر حصولِ علمِ دین کے لیے استاد کے پاس پچھلے آٹھ سال سے تھا اور میری تعلیم تقریباً مکمل ہو چکی تھی۔ اس واقعے کے بعد مدرسے میں میرا دم گھٹنے لگا تھا اور میں مدرسہ بند ہونے سے پہلے ہی گاؤں چلا گیا تھا۔ میں اپنی ملازمت اِس لیے چھوڑ کر آیا تھا کہ ایک تو اپنے ایمان کو بچا سکوں اور دوسرا اِس ملک میں نفاذِ شریعت کی جدوجہد میں شریک ہو سکوں۔ لیکن امید کی کوئی کرن باقی نہ رہی تھی۔ تمھیں معلوم ہے کہ اِسی وجہ سے کئی مسلمان افغانستان کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور باقی علماء حق جیلوں میں

تھے یا پھانسی دے دیے گئے تھے۔

باقی مسلمان یا تو خاموش تھے اور باطل کے سائے تلے زندگی گزار رہے تھے یا پھر پہاڑوں، جنگلوں کی طرف نکل گئے تھے تاکہ فتنوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔ اسکا جواز انھوں نے اس حدیث سے لیا تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "قریب ہے کہ مسلمان کا اچھا مال بکریاں ہوں گی، جن کو لے کر وہ پہاڑ کی چوٹیوں اور چٹیل میدانوں میں چلا جائے تاکہ اپنے ایمان کو فتنوں سے بچا سکے"۔ (صحیح البخاری)

عزیز! میں نے بھی یہی طرزِ عمل اپنانے کی ٹھان لی تھی۔ میرے نزدیک عقل مندی اِسی میں تھی کیونکہ جب کشتی کے بچنے کا کوئی امکان نہ رہے تو پھر انسان کو چاہیے کہ کم از کم اپنے آپ کو بچا لے۔

قوم مکمل ہائیجیک ہو چکی تھی؛ ذہنی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی۔ ذہنی طور پر یوں کہ دجالی اقدار ہمارے رگ وپے میں سرایت کر چکی تھیں اور اسلام کی کراہت ہمارے دلوں میں بھر دی گئی تھی۔ اور جسمانی طور پر یوں کہ ہمیں کوئی بھی ایسا کام کرنے کی اجازت نہیں تھی جو دجالی قوتوں کو نامنظور ہو۔

ان حالات سے ایک بات واضح تھی کہ کل ہمیں امام مہدیؑ کے خلاف کھڑا کیا جانا تھا اور ہمارے پاس کوئی راستہ نہ ہوتا سوائے اس کے کہ ہم لڑیں اور دونوں جہاں کی ذلت اپنے نام کر لیں۔

اِس ذلت سے بچنے کے لیے میں بھی نارمل لائف چھوڑ کر گاؤں کے قریب جنگل کی طرف نکل گیا تھا جہاں بہت سے درویش اپنا ایمان بچانے کی خاطر اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ کر آئے

تھے۔ ان حالات سے متعلق ایک اور حدیث میں نے پڑھ رکھی تھی جس میں حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: "جہنم کے دروازوں کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے، جو ان کے بلاوے پر اُدھر جائے گا وہ انھیں جہنم میں ڈال دیں گے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسولؐ! ہم سے ان کے کچھ اوصاف بتایئے ؟ آپؐ نے فرمایا: "وہ لوگ ہم ہی میں سے ہوں گے، ہماری زبان بولیں گے "۔ میں نے عرض کیا: اگر یہ وقت آئے تو آپ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا: "تم مسلمانوں کی جماعت اور امام کو لازم پکڑو اور اگر اُس وقت کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو ان تمام فرقوں سے علیحدگی اختیار کرو اگرچہ تمھیں کسی درخت کی جڑ چبانی پڑے حتیٰ کہ تمھیں اِسی حالت میں موت آجائے"۔ (صحیح البخاری و مسلم)

اِس حدیث کی وضاحت میں شیخ البانیؒ نے فرمایا: "تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے یعنی جنگل میں جا کر عزلت اور گوشہ نشینی اختیار کرنا اور مرنے تک ایک درخت کی جڑ چوسنے پر قناعت کرنا اوران سب فرقوں سے الگ رہنا؛ ایسے فتنہ کے زمانے میں جب نہ کوئی مسلمانوں کا امام ہو نہ جماعت ہو، بہتر اور باعث نجات ہے۔"

اسی طرح ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: "کچھ ایسے فتنے پیدا ہوں گے کہ ان کے دروازوں پر جہنم کی طرف بلانے والے ہوں گے، لہذا اس وقت تمھارے لیے کسی درخت کی جڑ چبا کر جان دے دینا بہتر ہے، بہ نسبت اِس کے کہ تم ان بلانے والوں میں سے کسی کی پیروی کرو۔"

اے میرے عزیز ہم وطنو! آخرت پر انسان کا اگر یقین پختہ ہو تو اس میں کامیابی کے لیے کسی حد تک بھی جا سکتا ہے۔ درویشوں کی اسی آخرت اندیشی نے انھیں گھروں سے نکال کر

جنگلوں میں پناہ لینے پر مجبور کیا تھا۔ میرے بھی شب و روز اُس جنگل میں درویشوں کے ساتھ گزرنے لگے۔ ان میں سے اکثر قوم کی ہلاکت جو قریب آن پہنچی تھی، پر آہ وزاری کرتے نظر آتے تھے۔ نسلِ نو سے زیادہ انھیں ان شہدا اور غازیوں کا دکھ تھا جو قیام پاکستان سے اب تک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے اپنی جانیں قربان کر چکے تھے۔

عزیز! ایک شب تمام درویش اِسی طرح قوم کی مردہ ضمیری پر گفت و شنید کر رہے تھے کہ ایک اجنبی شخص آیا اور محفل میں پیچھے جگہ پا کر بیٹھ گیا۔ درویش جب اُس کی طرف متوجہ ہوئے تو اُس نے سلام کرتے ہوئے کہا کہ اے دورِ فتن کے ساتھیو! گھبراؤ نہیں۔ میں بھی تم ہی میں سے ہوں اور ساتھ والے جنگل سے تشریف لایا ہوں ۔ تمھارے پاس بندہ ءخدا حضرت خضرؑ کا دعوت نامہ لے کر آیا ہوں۔ آپؑ کل شب مجھے خواب میں ملے اور حکم دیا کہ تمام درویشوں کو آیت اللہ پہاڑی کے دامن میں شبِ جمعہ کے تیسرے پہر جمع کروں، جن سے وہ خطاب فرمائیں گے۔

پیغام دے کر وہ درویش واپس لوٹ گیا تھا۔ وہاں موجود درویشوں میں باہمی مشورے سے یہ طے پایا کہ فوراً ہی آیت اللہ پہاڑی کی طرف سفر کیا جائے تا کہ کسی وجہ سے تاخیر نہ ہو جائے۔ سو ہم قبل از وقت اس پہاڑی پر پہنچ گئے تھے جو ہماری پناہ گاہ سے تقریباً ایک گھنٹے کی مسافت پر تھی۔

رات کے تیسرے پہر حضرت خضرؑ کی آمد سے پہلے تمام درویشوں کو آیت اللہ پہاڑی کے دامن میں جمع کیا گیا۔ تمام لوگ حضرت خضرؑ کو دیکھنے اور ان کی بات سننے کے لیے بیتاب تھے ۔ تھوڑی دیر بعد آپؑ گھوڑے پر سوار ایک طرف سے نمودار ہوئے۔ آپ کی آمد

نے درویشوں پر سکتہ طاری کر دیا اور باتوں کا شور یکدم خاموشی میں تبدیل ہو گیا۔ میدان میں پہنچ کر آپ نے اونچی آواز میں سلام کیا اور درویشوں نے بڑی گرم جوشی سے آپؑ پر بھی سلامتی بھیجی۔ سلام کے بعد آپؑ نے بغیر کسی تاخیر کے خطاب شروع کیا۔

حمد و ثناء

آپؑ نے فرمایا: بلاشبہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں اور اُسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور اُسی سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اور اُسی سے نفس و شیطان کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اُسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ وہ دن کی رونق کو شب کی سیاہ چادر سے ڈھانپ دیتا ہے اور شب کی سیاہی سے روشنیوں کے لشکر رواں کرتا ہے۔ اس کے لیے کوئی حدود و قیود نہیں، ہر جاہ ہر پل رہتا ہے۔ اس نے انسان کو ایک ناپاک قطرے سے پیدا کیا اور اسے پاکی اور عمدگی بخشی۔ پھر اسے بڑھاپے کی بے بسی سے گزار کر موت دے دیتا ہے۔ یہ امر اس کی بے نیازی کا واضح ثبوت ہے۔ اسی نے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان کو شامیانہ۔ اسی نے انسان کے لیے ہر دور میں سجایا نورِ ہدایت کا میخانہ۔ اسی کی حکمت سے چل رہا ہے حیات کا ہر کارخانہ۔ اسے کسی انس و جنس کی حاجت نہیں۔ اس کی گرفت سے نکل جائے، کسی میں اتنی ہمت نہیں۔ وہ قادر مطلق ہے۔ ہر شے اُس کی محتاج ہے مگر وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اسکا علم ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ "اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اُس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں

کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے۔(6:59)
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اُسکے رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آنا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین

مقصدِ حیات

اے اللہ کے بندو! اُس نے جس مقصد کے لیے تمھیں پیدا کیا اُسے ہر دور میں انبیاء و رسل دہراتے رہے تاکہ روزِ قیامت تم کوئی عذر نہ پیش کر سکو کہ تمھیں کوئی بتانے والا نہیں آیا تھا۔

حتیٰ کہ آخری کتاب قرآن مجید میں اسے بار بار دہرایا تاکہ تم غفلت میں مبتلا ہو کر کہیں فراموش نہ کر بیٹھو۔ فرمایا: "ہم نے انسان کو نطفہ ٔمخلوط سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔" (76:2) اور فرمایا: "اور ہم تو لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں۔ اور تمہارے حالات جانچ لیں۔" (47:31)

اللہ نے تمھیں اس دنیا میں امتحان کے لیے بھیجا ہے اور ہر دور میں وہ اپنے بندوں کا امتحان مختلف طور سے لیتا رہا ہے اور اُسی کے مطابق اس نے انکے لیے درجات اور اجر رکھا ہے۔ تمھیں اس نے سخت فتنوں اور ابتلا کے دور میں پیدا کیا ہے۔ تم سے پہلے لوگوں پر بھی آزمائشیں آئیں اور انھیں ہلا کر رکھ دیا گیا۔ اور جن کے ذکر کو اللہ نے تمھارے لیے موجب عبرت و ہدایت بنایا۔ فرمایا: "کیا تم خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) آئی ہی نہیں۔ ان کو (بڑی بڑی) سختیاں اور تکلیفیں

پہنچیں۔ اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا دیے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے پکار اُٹھے کہ کب خدا کی مدد آئے گی۔ دیکھو خدا کی مدد (عن) قریب (آیا چاہتی) ہے"۔(2:214)

جان لو کہ تمھاری مشکلات بھی انھی لوگوں کی طرح ہیں یا ان سے کچھ بڑھ کر ہیں۔ کیونکہ تم دجالی دور میں زندہ ہو جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کوئی فتنہ ایسا نہیں جو دجال سے سخت ہو۔ سو اگر ایسے پُر آزمائش دور میں تم بہشت و مغفرت کے طلب گار ہو تو تمھیں ان فتنوں میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کی مدد طلب کرنی ہوگی۔ تمھیں ابھی سے ہی کفر کے لیے یوں راہیں خالی نہیں چھوڑنی چاہئیں بلکہ اس باطل نظام کے خلاف منظم جدوجہد کرو۔ تم جانتے ہو کہ حق جب مغلوب ہوتا ہے تو باطل کو خوب پھلنے پھولنے کے مواقع ملتے ہیں۔ تم اپنی جدوجہد سے ان مواقعوں کو منقطع کرو تاکہ انسانیت کا کچھ بچاؤ ہو سکے۔ ورنہ حق سے خالی انسان درندہ صفت ہو جاتا ہے اور معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ چھوڑتا ہے۔ اس لیے یہ وقت دجالی نظام کے خلاف کھڑے ہونے کا ہے نہ کہ اس سے بھاگنے کا اور وہ وقت بھی قریب ہے جب بھاگنا ہی بہتر ہوگا۔

کھلی نشانیاں

اے اللہ کے بندو! تمھارے رب نے تمھیں قرآن کریم میں اقامتِ دین کا بار ہا حکم دیا ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر شرعی احکامات کا نفاذ ناممکن ہے۔ اور شرعی احکامات کے نفاذ کے بغیر دنیا میں امن اور بھائی چارہ قائم کرنا ناممکن ہے کیونکہ امن وامان کے لیے ایمان لازم و ملزوم شے ہے۔ یعنی امن و امان وہی قائم کر سکتا ہے جو مومن ہو۔ اور مومن کی تعریف کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن وہ ہے جس سے تمام لوگ امن میں ہوں۔ معلوم ہوا کہ ایمان ہی وہ نسخہ ہے جو دنیا کو امن وامان دے سکتا ہے۔

تم کیوں اس کامل نسخے کو چھوڑ کر مغرب کے ناقص نظام کی طرف جھک گئے ہو۔ اس نظام کے لب ورخ بلاشبہ بہت دلفریب ہیں جو دیکھنے والے کو اپنا دیوانہ بنا لیتے ہیں مگر اسکے اندر ایسی ظلمت ہے جو سراسر ہلاکت ہے۔ اس کے ظاہری حسن نے تمھیں اپنی ہلاکت سے بیگانہ کر ڈالا ہے۔ سوائے ان کے جو قلب کی آنکھ سے اس نظام کی ظلمت کو دیکھتے ہیں۔ اور جو اس نظام کی ظلمت کو دیکھتے ہیں وہ اس سے بیزار نظر آتے ہیں۔ تم ایسے لوگوں کو حقیر جانتے ہو لیکن عرش والے ان کے مقام ورتبے پر رشک کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ تم میں وہ بہت نادرالوجود ہیں اور اکثریت اس نظام کی دلدادہ ہے۔

اللہ کے بندو! تم نے قرآن مجید کے اصل مقصود یعنی ہدایت کو چھوڑ کر فقط عقیدت کو اپنالیا

ہے۔ تم نے اسے فقط حصولِ ثواب کا ذریعہ بنالیا ہے۔ حالانکہ ثواب و مغفرت اس لیے ہے کہ تم اسے مزید شوق اور رغبت کے ساتھ پڑھو اور بار بار پڑھو۔ تم نے اس ناداں بچے سی حرکت کی جسے ماں پڑھائی کی رغبت کے لیے شرینی دیتی ہو مگر وہ اپنی نادانی کی وجہ سے اسی کو مقصود بنالے اور اسی خاطر سکول کے چکر کاٹے اور حاصل کچھ نہ کرے۔ یہاں ممکن ہے کہ ماں کو اسکی نالائقی کا علم نہ ہو سکے مگر تم تو خدا سے کچھ چھپا نہیں سکتے۔

پھر قرآن کریم ہی نہیں بلکہ اللہ نے اقوال، افعال اور احوالِ رسول ﷺ کو محفوظ فرما کر تمھارے لیے اپنی رحمت کو مزید بڑھا دیا ہے۔ حدیثِ رسول ﷺ کو دنیا کے تمام کلاموں پر اسی طرح فضیلت ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کو خود تمام انسانیت پر فضیلت حاصل ہے۔ لاکھوں درود و سلام آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر۔

اللہ کے بندو! تمھیں کیا ہوا کہ اصل خزانہ چھوڑ دیتے ہو اور دل و دماغ کے محلات میں خس و خاشاک جمع کرتے ہو۔ تم نے جس علم کے لئے دن رات ایک کیے ہیں اس نے تمھیں تکبر، ظلم، بے حسی، بے حیائی اور بے چینی کے سوا کیا دیا ہے۔ اور وہ علم جس میں ہمیشہ کی زندگی کا سامان ہے، اسے تم نے حقیر جانا۔ تمھارے دل و دماغ اس سے بالکل خشک نظر آتے ہیں۔ اسی وجہ سے تم حقیر دنیا کے حصول کو ہی مقصدِ حیات بنا بیٹھے ہو۔ لیکن جان لو کہ کل تمھاری زبان پر یہ حسرت بھرے کلمات ہوں گے۔

"اے کاش میں مٹی ہوتا۔" (78:40)

"کاش میں نے اپنی زندگی (جاودانی کے لیے) کچھ آگے بھیجا ہوتا۔" (89:24)

"اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا۔" (25:27)

"ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔"(25:28)

مگر اس افسوس کا کچھ فائدہ نہ ہو گا اور نہ ہی تمھیں مہلت دی جائے گی کیونکہ فرمادیا: "اور جب کسی کی موت آجاتی ہے تو خدا اس کو ہر گز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خبر دار ہے۔"(63:11)

اس لیے تمھیں چاہیے کہ ہمیشہ کی زندگی کے لیے کچھ سامان بھیج چھوڑو۔ اور اس پُر فتن دور میں عمدہ سامان نفاذ شریعت کے لئے جدوجہد ہے۔ دنیا میں یہ تمھارے لیے نعمت ورحمت اور آخرت میں باعثِ نجات ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ یہ بے مقصد کوشش نہیں کیونکہ نبوت کے نہج پر خلافت ہر حال میں قائم ہونی ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمھارے درمیان اس وقت تک نبوت باقی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا اور پھر جب اللہ کی منشا ہو گی تو وہ نبوت کو اُٹھالے گا۔ پھر نبوت کے نہج پر خلافت قائم ہو گی اور اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے پھر جب اللہ چاہے گا تو اُس کو بھی اُٹھالے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہو گی جب تک اللہ چاہے۔ پھر جب اللہ چاہے گا اسکو بھی اُٹھالے گا۔ پھر جبر و استداد کی بادشاہت ہو گی جب تک اللہ چاہے۔ پھر جب اللہ چاہے گا اُس کو بھی اُٹھالے گا۔ پھر نبوت کے نہج پر خلافت قائم ہو گی۔ پھر آپ خاموش ہو گئے۔ (مسند امام احمد)

یقیناً دنیا یہ تمام ادوار دیکھ چکی ہے سوائے آخری دور کے جس میں پھر نبوت کے نہج پر خلافت قائم ہو گی۔ اس کے ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے مگر دیکھا یہ جائے گا کہ اس میں کون کتنی جدوجہد کرتا ہے۔ یہی تمھارا امتحان ہے اور اسی کی بنیاد پر تمھاری جنت و دوزخ کا فیصلہ ہو گا الا ماشا اللہ۔

اللہ کے بندو! حق جاننے کے باوجود تم دنیا کے پیچھے دیوانہ وار دوڑتے ہو اور آخرت کے معاملے میں حیلے حوالے تراش کر سست روی کا شکار ہوتے ہو۔ رزق جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے اور دنیا جو عارضی ہے اُس کے لیے صبح و شام ہلقان ہوئے پھرتے ہو۔ اور دوسری طرف جہاں اللہ نے نفاذ شریعت کے لیے جدوجہد کرنے والوں کے لیے عظیم انعامات کا وعدہ کیا وہاں تم ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فرواہو۔ یہ کیسی عجیب خود فریبی ہے۔

علاوہ ازیں تمھارے پاس اولیاء اللہ کی پیشن گوئیاں موجود ہیں۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے 700 سال پہلے قیامِ پاکستان کی کیوں خبر دی۔ خان آف کلات کو کیوں رسول اللہ ﷺ نے قیامِ پاکستان کے لیے نصرت کا حکم دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کو کیوں رسول اللہ ﷺ نے لندن سے دوبارہ پاکستان آنے کا حکم دیا۔ حضرت امام بریؒ نے کیا سوچ کر اسلام آباد کے بارے میں یہ کہا کہ جہاں میں بیٹھا ہوں یہاں ایک شہر بسے گا اور اسکے فیصلے دنیا میں مانے جائیں گے۔ سابق فوجی آفیسر اور درجنوں کتابوں کے مصنف صوفی برکت علی نے یہ کیسے کہہ دیا کہ وہ وقت دور نہیں جب پاکستان کی ہاں اور ناں میں اقوام عالم کے فیصلے ہوں گی۔

قائداعظم محمد علی جناح کو بستر مرگ پر بھی کیوں قیامِ خلافت کا خیال ستارہا تھا۔ دراصل اللہ ان کی زبان سے تمھیں خوشخبری سنارہا تھا مگر تم ہو کہ بس دنیا پر نظریں جھکائے بیٹھے ہو۔ سنو! آپ فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو مجھے جب یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ مشکل کام تھا اور میں اسے اکیلا کبھی نہ کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔

اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اِسے خلافت راشدہ کا نمونہ بنائیں تاکہ خدا اپنا وعدہ پورا

کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔ پاکستان میں سب کچھ ہے۔ اِس کی پہاڑیوں، میدانوں اور ریگستانوں میں نباتات بھی ہیں اور معادنیات بھی۔ انھیں مسخر کرنا پاکستانی قوم کا فرض ہے۔

قومیں نیک نیتی، دیانت داری، اچھے اعمال اور نظم و ضبط سے بنتی ہیں۔ اور اخلاقی برائیوں، منافقت، زر پرستی اور خود پسندی سے تباہ ہوتی ہیں۔ [1]

اشفاق احمد تو تمھارے دور کے بزرگ ہیں تم ان کو آج بھی سنتے پڑھتے ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے ایک دوست کے پوتے کی شادی پر اسلام آباد جانا ہوا۔ تو اسلام آباد پہنچ کر مجھے ایک پیغام ملا کہ ایک بابا ہیں جو آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ جب میں ان کے پاس گیا تو کہنے لگے۔ تم بڑی مٹھار مٹھار کی باتیں بناتے ہو اور باتیں سناتے ہو۔ میں تم کو وارن کرتا ہوں۔ یہ لفظ انھوں نے استعمال کیا۔ وارن کرنے کے لیے بلایا ہے یہاں پر تم لوگ بہت بے خیال ہو گئے ہو اور تم لوگوں نے توجہ دینی چھوڑ دی ہے۔ اور تم ایک بہت خوفناک منزل کی طرف رجوع کر رہے ہو۔ دیکھو کہنے لگے میں تم کو بتاتا ہوں یہ پاکستان ملک ایک معجزہ ہے۔ یہ جغرافیائی حقیقت نہیں ہے۔ تم بار بار کہتے ہو ہم نے یہ کیا، پھر یہ کیا، پھر سیاست کے میدان میں یہ کیا، پھر اپنے قائد کے پیچھے چلے۔ ہم نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ایسے مت کہو، پاکستان کا وجود میں آنا ایک معجزہ تھا، اتنا بڑا معجزہ ہے جتنا بڑا قوم ثمود کے لیے اونٹنی کے پیدا ہونے کا تھا۔ اگر تم

---

[1] ڈاکٹر ریاض علی کی ڈائری، روزنامہ جنگ 11 ستمبر 1988

اِس پاکستان کو حضرت صالحؑ کی اونٹنی سمجھنا چھوڑ دو گے، نہ تم رہو گے، نہ تمھاری یادیں رہیں گے۔

تم نے صالح کی اِس اونٹنی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ باون برس گزر گئے تم نے اِس کے ساتھ وہی رویہ اختیار کیا ہوا ہے جو ثمود نے کیا تھا۔ اندر رہنے والوں اور باہر رہنے والوں دونوں کو وارن کرتا ہوں۔ تم سنبھل جاؤ وقت بہت کم ہے۔ اِس اونٹنی سے جو تم نے چھینا ہے اور جو کچھ لوٹا ہے، اندر رہنے والو اس کو لوٹا دو اور اس کو دو اور باہر رہنے والو! ساؤتھ ایشیاء میں سارے ملکوں کو وارن کرتا ہوں۔ اس کو کوئی عام چھوٹا سا جغرافیائی ملک سمجھنا چھوڑ دیں۔ یہ حضرت صالحؑ کی اونٹنی ہے ہم سب پر اسکا ادب اور احترام واجب ہے۔ اِس کو ایک معمولی ملک نہ سمجھنا۔ اور اس کی طرف رخ کر کے کھڑے رہنا۔ اوراب تک جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کی معافی مانگتے رہو اور اس کوrecompensate کرو۔ میں ان کی کسی بات کا جواب نہ دے سکا اور خوفزدہ ہو کر کھڑا رہا اور پھر ان کو سلام کر کے، سر جھکائے واپس چلا آیا۔" اس کے علاوہ علامہ اقبالؒ نے تمھیں یہی بشارت اپنے کلام کے ذریعے سنائی ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اللہ کے بندو! ان سب بشارتوں کے باوجود، تم منہ پھیر رہے ہو اُس اعزاز سے جو اللہ تمھیں بخشنا چاہتا ہے۔ مگر یہ ضرور یاد رکھو کہ اللہ اِس چیز پر قادر ہے کہ یہ کام کسی اور قوم سے لے لے جیسے اُس ذاتِ بابرکت نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: "اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسے لوگوں کو پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور

جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملات سے نہ ڈریں۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔" (5:54)

فتنوں کا دور

اے اللہ کے بندو! حضور ﷺ کو اللہ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ اُس رحمت کا اصل مغز ہدایت ہے اور ہدایت روزِ قیامت رحمت ہو گی۔ جب تم علم سے ہی علیحدہ ہو گئے تو ہدایت کہاں سے پاؤ گے۔ جب ہدایت نہیں پاؤ گے تو جان لو کہ رحمت سے محرومی ہے الا ماشا اللہ۔

ہر دور میں علماء کرام نے علم ِ قرآن و حدیث کی حفاظت کی اور نسل در نسل تم تک پہنچایا اور تم ہو کہ اِس خزانے کو چھوڑ کر مغربی درسگاہوں کی طرف جھکے جاتے ہو۔ تم دیکھتے نہیں کہ یہ جدید علوم ظاہر کی آنکھ کو تو خوب روشن کرتے ہیں مگر باطن کی آنکھ کو بالکل کانا کر دیتے ہیں۔ پھر انسان کو ظاہر کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تو وہ اُسے ہی کل سمجھ لیتا ہے اور باقی کا انکار کر دیتا ہے۔ یہی تو دجالیت ہے جو سخت ترین فتنہ ہے۔

تم کتاب میں پڑھتے ہو کہ دجال کے ماتھے پر "کافر" لکھا ہو گا اور وہ ایک آنکھ سے کانا ہو گا۔ پھر تم مطمئن ہو جاتے ہو کہ اسے پہچاننا کونسا کٹھن امتحان ہے۔ اور اس کے بارے میں غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔

اللہ کے بندو! اگر یہ اتنا ہی سہل کام ہے تو پھر کیوں تمام انبیاءؑ اپنی امتوں کو اس فتنے سے خاص طور پر ڈراتے رہے؟ اور اسے روئے زمین پر رونما ہونے والے تمام فتنوں سے بڑا فتنہ کیوں

قرار دیا گیا ہے؟ تم بخوبی جانتے ہو کہ کیسے دل دہلا دینے والے فتنوں سے اہل ایمان گزرتے آئے ہیں۔ کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، کہیں حضرت بلال کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا گیا، کہیں شدید دھوپ میں انھیں پتھروں اور ریت پر لٹایا گیا، کہیں حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا گیا، کہیں کربلا میں آلِ رسول ﷺ کو خون میں نہلایا گیا اور اس کے علاوہ ایک طویل فہرست ہے آزمائشوں کی جن سے اہل ایمان کو گزرنا پڑا۔ پھر اُن فتنوں اور آزمائشوں کے تناظر میں دیکھو کہ یہ کتنابڑا فتنہ ہو گا جو تمام فتنوں سے عظیم تر قرار پایا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا: "تمھارے بعد صبر کرنے کے دن آئیں گے ان میں صبر کرنا ایسا ہی ہو گا جیسا آگ کا انگارا مٹھی میں لینا۔ اس وقت صبر کرنے والے کے لیے پچاس آدمیوں کے برابر صبر ہو گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: "یارسول اللہ! کیا پچاس آدمی ان میں سے یا ہم میں سے؟ آپؐ نے فرمایا: تم میں سے۔" (مجمع الزوائد)

یہاں صبر کا ایک معنی فتنوں کے دور میں دنیوی رنگینیوں سے آنکھیں موندھ لینا ہے اور یقیناً دلوں کو کھینچنے والی یہ رنگینیاں آج فسق و فجور سے بھرپور ہیں۔ ایسے میں کون ہے جو صبر کی سواری پر سوار ہو؟

اللہ کے بندو! جس حدیث میں دجال کی نشانیاں بیان ہوئیں ہیں، اُسے ایک آنکھ سے پڑھ کر کیوں گزر جاتے ہو۔ اس پر غور و فکر تو کرو کہ آقا کریمؐ نے کیا فرمایا؟ کون اُسے پہچان سکے گا اور کون نہیں؟ آپ ﷺ فرماتے ہیں: "دجال کی ایک آنکھ کانی ہے اس کے اوپر ایک پھلی ہو گی اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) "کافر" لکھا ہو گا جسے ہر مومن، پڑھا لکھا یا ان پڑھ سب پڑھ لیں گے"۔ (مسلم)

اس سے مراد یہ ہے کہ فتنہ ء دجال کو پہچاننے کے لئے ظاہری علم و نظر کی بجائے باطنی علم و نظر کی ضرورت ہو گی۔ اگر "کافر" اِس انداز میں لکھا ہو جیسا ہم کتابوں میں دیکھتے ہیں تو پھر تو ایک کافر کو بھی نظر آنا چاہیے اور ان پڑھ مومن کو نظر یا سمجھ نہیں آنا چاہیے۔ قربان جاؤ آپ ﷺ پر؛ پڑھے لکھے مومن اور ان پڑھ مومن دونوں کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ اس دیکھنے کا تعلق ظاہری علم سے نہیں بلکہ ایمان سے ہے اور نہ ہی اسکا تعلق ظاہری آنکھ سے ہے بلکہ باطنی آنکھ سے ہے۔

مختصر یہ کہ فتنہ ء دجال کو پہچاننے کے لئے بنیادی شرط مومن ہونا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں مومن کی نشانیاں ذکر کر دی ہیں۔ سنو! تا کہ تم دیکھ لو کہ فتنہ دجال کو پہنچاننے کی صلاحیت رکھتے ہو یا نہیں۔ فرمایا: مومن تو وہ ہیں جو

1) اللہ، اُسکے فرشتوں، اُسکی کتابوں اور اُسکے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔(2:285)

2) کافروں کو دوست نہیں بناتے۔(3:28)

3) اللہ پر توکل رکھتے ہیں(3:122)

4) شیطان اور اسکے حواریوں سے نہیں ڈرتے۔(3:157)

5) جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل نہیں کرتے۔(4:92)

6) جنھوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا اور خاص اللہ کے فرمانبردار ہو گئے۔(4:146)

7) جو اللہ کو دوست رکھیں، مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے

پیش آئیں۔(5:57)

8) خدا کی راہ میں جہاد کریں اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈریں۔ (5:54)

9) اللہ سے ڈرتے ہیں۔(5:57)

10) وہ ذبیحہ کھاتے ہیں جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔(6:118)

11) ناپ تول پورا کرتے ہیں اور فساد نہیں پھیلاتے۔(7:85)

12) اللہ اور اسکے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔(8:1)

13) جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔(8:02)

14) جب انھیں اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔ (8:02)

15) نماز پڑھتے اور صدقہ کرتے ہیں۔(8:03)

16) اللہ کے لیے ہجرت اور جہاد کرتے ہیں۔(8:79)

17) سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔(9:13)

18) اپنے جان اور مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور قتل کرتے اور قتل ہوتے ہیں۔(9:11)

19) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کا امر کرنے والے، بری باتوں سے منع کرنے والے، خدا کی حدوں کی حفاظت کرنے والے۔(9:112)

20) قرآن مجید کے بارے میں شک نہیں کرتے۔(11:17)

21) نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔(23:2)

22) بے ہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں۔(23:3)

23) زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔(23:4)

24) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔(23:5)

25) امانتوں اور اقراروں کو ملحوظ رکھتے ہیں۔(23:8)

26) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔(23:9)

27) اللہ کی آیتوں پر غور و فکر کرتے ہیں۔(26:190)

28) شیطان کی اتباع نہیں کرتے۔(34:20)

29) نصیحت انھیں فائدہ دیتی ہے۔(51:55)

30) زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔(25:63)

31) جاہلوں سے در گزر کرتے ہیں۔(25:63)

32) راتوں کو قیام کرتے ہیں۔(25:64)

33) دوزخ سے بچاؤ کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔(25:65)

34) اعتدال سے خرچ کرتے ہیں۔(25:67)

35) بدکاری نہیں کرتے۔(25:68)

36) جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔(25:72)

37) بیہودہ چیزوں سے بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں۔(25:72)

38) اللہ کی باتوں پر غور کرتے ہیں۔(25:73)

39) کسی کا تمسخر نہیں اڑاتے۔(49:11)

40) نہ عیب لگاتے نہ برے نام رکھتے ہیں۔(49:11)

41) بدگمانی نہیں کرتے یا پرہیز کرتے ہیں۔(49:12)

42) جاسوسی اور غیبت نہیں کرتے۔(49:12)

علاوہ ازیں امام بیہقیؒ نے قرآن و حدیث سے ایمان کی 77 شاخیں بیان کی ہیں اور اِس کی بنیاد یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہؐ نے فرمایا: "ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں۔" (مسلم و بخاری)

اِن کی فہرست مندرجہ ذیل ہے:

1) اللہ پاک پر ایمان۔

2) انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان۔

3) فرشتوں پر ایمان۔

4) قرآن کریم اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان۔

5) تقدیر پر ایمان کہ بھلی بری تقدیر اللہ پاک کی طرف سے ہے۔

6) یوم آخرت پر ایمان۔

7) مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان۔

8) لوگوں کے اپنی قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد موقف میں اکٹھا کئے جانے پر ایمان۔

9) اس بات پر ایمان کہ مومنوں کا ٹھکانہ جنت اور کافروں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

10) اللہ پاک کی محبت کے واجب ہونے پر ایمان۔

11) اللہ پاک سے خوف کھانے کے وجوب پر ایمان۔

12) اللہ پاک سے امید رکھنے کے وجوب پر ایمان۔

13) اللہ پاک پر اعتماد و توکل کرنے کے وجوب پر ایمان۔

14) نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے محبت کے واجب ہونے پر ایمان۔

15) غلو کئے بغیر نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور احترام کے واجب ہونے پر ایمان۔

16) آدمی کا اپنے دین سے اس قدر محبت کرنا کہ جہنم میں ڈالا جانا اس کے نزدیک کفر کرنے سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہو۔

17) طلبِ علم: یعنی دلائل کی روشنی میں اللہ پاک، اس کے دین اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی معرفت کا حصول۔

18) علم کی نشر و اشاعت اور لوگوں کو اس کی تعلیم دینا۔

19) قرآن کریم سیکھ کر، دوسروں کو سکھا کر، اس کے حدود و احکام کی حفاظت کرکے، اس کے حلال و حرام کی معرفت حاصل کرکے، اس کے متبعین کی عزت و تکریم کرکے نیز اس کو حفظ کرکے اس کی تعظیم کرنا۔

20) طہارت و پاکی اور وضو کی پابندی کرنا۔

21) پنجوقتہ نمازوں کی پابندی کرنا۔

22) زکاۃ ادا کرنا۔

23) فرض اور نفل روزے رکھنا۔

24) اعتکاف کرنا۔

25) خانہ کعبہ کا حج کرنا۔

26) اللہ پاک کی راہ میں جہاد کرنا۔

27) اللہ پاک کی راہ میں مرابطہ (سازو سامان اور ہتھیار لے کر اسلامی حدود کی نگرانی کرنا)۔

28) دشمن کے سامنے ثابت قدم رہنا اور میدان جنگ سے نہ بھاگنا۔

29) مال غنیمت حاصل کرنے والوں کا اپنے امام یا اس کے نائب کو مال غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔

30) اللہ پاک سے تقرب کی خاطر غلام آزاد کرنا۔

31) جنایات (جرائم) پر واجب ہونے والے کفاروں کی ادائیگی جو کتاب و سنت میں چار ہیں: قتل کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، قسم کا کفارہ اور ماہ رمضان (کے دن) میں بیوی سے ہمبستری کرنے کا کفارہ۔

32) معاملات (عہد و پیمان) کو پورا کرنا۔

33) اللہ پاک کی نعمتوں کا شمار اور اس پر واجب شکر گزاری۔

34) غیر ضروری (لایعنی) چیزوں سے زبان کی حفاظت کرنا۔

35) امانتوں کی حفاظت اور انہیں ان کے مستحقین کو ادا کرنا۔

36) کسی جان کے قتل اور اس پر ظلم کرنے کو حرام جاننا۔

37) شرمگاہوں کی حفاظت اور ان میں لازم عفت و عصمت اختیار کرنا۔

38) حرام اموال سے ہاتھ روک لینا، اور اس میں چوری، رہزنی، رشوت خوری اور شرعاًناجائز مال کھانے کی حرمت وغیرہ شامل ہے۔

39) کھانے پینے میں احتیاط کا وجوب، اور کھانے پینے کی ناجائز اشیاء سے اجتناب۔

40) حرام اور مکروہ لباس، وضع قطع اور حرام کردہ برتنوں سے اجتناب کرنا۔

41) شریعت اسلامیہ کے مخالف کھیل کود اور تفریحی اشیاء کو حرام جاننا۔

42) خرچ میں میانہ روی اپنانااور باطل طریقہ سے مال کھانے کو حرام جاننا۔

43) بغض وحسد سے اجتناب۔

44) لوگوں کی عزت وناموس کی حرمت اور ان میں نہ پڑنے کا وجوب۔

45) اللہ پاک کے لئے اخلاص عمل اور ریاکاری سے اجتناب۔

46) نیکی پر مسرت وشادمانی اور گناہ پر رنج وغم (کا احساس)۔

47) توبۂ نصوح (خالص توبہ) سے ہر گناہ کا علاج کرنا۔

48) تقرب الٰہی کے اعمال، اجمالی طور پر یہ ہَدِی، قربانی اور عقیقہ ہیں۔

49) اولو الامر (ائمہ، امراء اور حکام) کی اطاعت۔

50) جماعت کے عقیدہ و منہج کی پابندی۔

51) لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا۔

52) بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔

53) نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون۔

54) شرم وحیا۔

55) والدین کے ساتھ حسن سلوک۔

56) صلہ رحمی (رشتہ جوڑنا)۔

57) حسن اخلاق۔

58) غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔

59) غلاموں پر ان کے آقاؤں (مالکان) کے حقوق۔

60) اہل وعیال اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی۔

61) دین داروں سے قربت، ان سے محبت اور ان سے سلام و مصافحہ کرنا۔

62) سلام کا جواب دینا۔

63) بیمار کی عیادت کرنا۔

64) اہل قبلہ میں سے مرنے والوں پر نماز جنازہ کی ادائیگی۔

65) چھینکنے والے کو جواب دینا(یعنی اس کے "الحمدللہ" کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا)۔

66) کفار اور فسادیوں سے دوری اختیار کرنااور ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنا۔

67) پڑوسی کی عزت کرنا۔

68) مہمان کی عزت و تکریم۔

69) گنہگاروں کی پردہ پوشی کرنا۔

70) مصائب پر صبر اور جن لذتوں اور خواہشات کی طرف نفس کا میلان ہوتا ہے ان سے رک جانا۔

71) دنیا سے بے رغبتی اور قلت آرزو۔

72) غیرت کا مظاہرہ اور بے جا نرمی سے پرہیز۔

73) غلو سے اجتناب۔

74) سخاوت وفیاضی۔

75) چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام۔

76) باہمی اختلافات کی اصلاح۔

77) آدمی اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اس کے لئے اس چیز کو ناپسند کرے جسے خود اپنے لئے ناپسند کرتا ہے، اس میں راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا بھی شامل ہے جس کی طرف (ایمان کی شاخوں والی) حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اِس سے پہلے کہ تمھارا حساب کیا جائے تم خود اپنا حساب کر لو۔ اس پُر فتن دور میں تمھارا حساب یہ ہے کہ اپنے ایمان کو شریعت کے ترازو میں تول کر دیکھو کہ آیا یہ مومن کے درجے کو پہنچ رہا ہے یا نہیں۔ اگر جواب مثبت میں ہے تو پھر اسے مسلسل پانی دیتے رہو اور دیکھ بھال کرتے رہو تا کہ ہرا بھرا رہے۔ ایسی صورت میں اللہ سے امید ہے کہ دورِ حاضر کے فتنوں کی معرفت تمھیں عطا کر دے گا اور یوں تمھارے لیے ان سے بچنا کچھ آسان ہو جائے گا۔ لیکن اگر تمھارے ایمان کی شاخیں دیمک کی لپیٹ میں آگئی ہیں یا تم ان

کی حفاظت نہیں کر رہے تو جان لو کہ تم فتنوں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے ہو اور جہالت نے تمھیں اندھا کر دیا ہے۔ مگر تمھیں اس کی خبر نہیں۔

اور یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ سلامتی کی طرف بلانے والوں کو ہمیشہ ملامت کرتے ہیں لیکن وہ اس ملامت کی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ وہ اپنے ایمان کے نور سے اہل فتن کی بے بسی دیکھ رہے ہوتے ہیں۔

اللہ کے بندو! غافل تو ہلاک ہوتے ہیں مگر جو مومن بھی ان فتنوں سے اپنا دامن نہ بچائے گا وہ معرفت کے باوجود ہلاک ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص دجال کی خبر سنے وہ اسکے سامنے آنے سے گریز کرے۔ اللہ کی قسم جب کوئی آدمی اس کے پاس آئے گا تو یہی سمجھے گا کہ وہ مومن ہے۔ جو شبہے کی چیزیں وہ دے کر بھیجا گیا ہے انھیں دیکھ کہ وہ اِسکی پیروی کرنے لگے گا۔ (ابو داؤد)

اور فرمایا: " ایسے فتنے برپا ہوں گے کہ ان میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا اور کھڑے ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ اگر کوئی ان کی طرف دور سے بھی جھانک کر دیکھے گا تو وہ اسے بھی سمیٹ لیں گے۔ ایسے وقت جو کوئی اس سے کوئی پناہ کی جگہ پائے اُسے اس کی پناہ لینی چاہیے۔"

اِس حدیث کے آئینے میں دیکھو کہ کون کس طرف جا رہا ہے۔ یہاں لوگ پانچ اقسام میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔

1) فتنوں سے پناہ لینے والے

2) (فتنوں سے دور) بیٹھنے والے

3) (فتنوں کی طرف) کھڑے ہونے والے

4) (فتنوں کی طرف) چلنے والے

5) (فتنوں کی طرف) دوڑنے والے

ٹیکنالوجی کے اس پُر آشوب دور میں بڑے فتنوں میں سے ایک فتنہ انٹرنیٹ اور اسکے متعلقات ہیں۔ کوئی بھی برائی اٹھا کر دیکھ لو اس کے فروغ کا بنیادی ذریعہ انٹرنیٹ اور اسکے متعلقات نظر آئیں گے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیطان اور اس کے دوستوں کے پاس اس دور کا مضبوط ترین ہتھیار ٹیکنالوجی ہے۔ اور اس کے برعکس مسلمانوں کے لیے یہ ایک سخت ترین فتنہ ہے۔

ایسے میں اس فتنے سے پناہ لینے والا وہ ہے جو اس سے بالکل علیحدہ ہو جائے اور گوشہ نشینی اختیار کرلے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی تلقین کی گئی کہ فتنوں کے دور میں مومن کے لیے بہتر یہ ہوگا کہ گھر کے کسی کونے میں بیٹھ جائے یا جنگل کی طرف نکل جائے۔

دوسرا درجہ فتنوں سے دور بیٹھنے والوں کا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو بنیادی ضروریات تک محدود کر دیں اور گوشہ نشینی تو نہ اختیار کریں مگر ایسے علاقوں میں رہائش پذیر ہوں جہاں یہ فتنے ابھی تک نہ پہنچ پائے ہوں۔ مثلاً دیہات وغیرہ جہاں ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ کی سہولت نہ ہو یا اسکا استعمال کم ہو۔

تیسرا درجہ فتنوں کی طرف کھڑے ہونے والوں کا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انٹرنیٹ اور اسکے متعلقات کو کوشش کرتے ہیں کہ ضروریات تک محدود رکھیں مثلاً ٹی وی اِس لئے رکھیں کہ صرف نیوز سنیں یا اسلامی چینلز وغیرہ دیکھیں۔ اور اِسی طرح موبائیل وغیرہ کا استعمال بھی

ضرورت کی حد تک کریں۔ یہ وہ گروہ ہے جو قدرے محفوظ ہے مگر انکا دامن بھی وقتاً فوقتاً داغ دار ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً نیوز چینلز پر خواتین اور انکا غیر اخلاقی لباس، غیر اخلاقی اشتہار اور اسی طرح انٹرنیٹ سے منسلک دیگر فتنے۔

فتنوں کی طرف چلنے والے چوتھے درجے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انٹرنیٹ اور اسکے متعلقات کے شدید دلدادہ ہیں۔ ان کی زندگی میں ہر وقت بس فلمیں، ڈرامے، گانے، سپورٹس کی سرگرمیاں، کمپیوٹر گیمز اور سوشل میڈیا وغیرہ ہی کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ذہنوں کو دجال کی قبولیت کے لیے بالکل تیار کر دیا گیا ہے اور حق کی کراہت انکے دلوں میں بھر دی گئی ہے۔ پس جب دجال ظاہر ہو گا تو یہ بلاچوں وچرا اس پر ایمان لے آئیں گے اور امام مہدیؑ و عیسیٰؑ کو جھٹلا دیں گے۔

فتنوں کی طرف دوڑنے والے پانچویں اور بدترین درجے میں آتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس سارے نظام کو چلا رہے ہیں۔ چاہے وہ فلم انڈسٹری ہو، کمپیوٹر گیمز انڈسٹری، پورن انڈسٹری یا مختلف قسم کی تنظیمیں جو غیر اخلاقی چیزوں کو پروموٹ کرتی ہیں۔ تمام معاملات میں ان کا سربراہ ورہنما شیطان ہے اور گمانِ غالب ہے کہ دجال کی تمنا کرنے والا بھی یہی گروہ ہو گا کیونکہ وہ اُسے اپنا امام سمجھتے ہوں گے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ دجال کے آنے کی تمنا کریں گے۔" (طبرانی)

اور عین ممکن ہے کہ چوتھا گروہ بھی اس میں شامل ہو جسکا تم میں سے اکثریت حصہ ہے۔ واللہ اعلم

اور جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان فتنوں کی طرف جھانکنے والا بھی انکی لپیٹ میں آجائے گا

تو یہ بات تمام درجوں پر صادق آتی ہے۔ یعنی پہلے درجے والا دوسرے کی طرف جھانکے گا تو اس کی لپیٹ میں آجائے گا۔ اِسی طرح دوسرے والا تیسرے کی طرف جھانکے گا تو اِسکی لپیٹ میں آجائے گا اور اِسی طرح تیسرا اور چوتھا۔ اور پانچویں والے پہلے ہی شیطان کی طرف جھکے ہوئے ہیں جو انھیں دن بدن مزید گمراہی کی طرف دھکیل رہا ہے۔ ہر میدان میں ایسی ایسی چیزیں ابھر کر سامنے آرہی ہیں کہ ایک سلیم الفطرت شخص سن، دیکھ کر سکتے میں چلا جاتا ہے۔ ایسے دور کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "ایک آدمی صبح کے وقت مومن ہو گا اور شام ہوتے ہوتے کافر ہو جائے گا، ایک آدمی شام کے وقت مومن ہو گا اور صبح ہوتے ہوتے کافر ہو جائے گا۔"

بس بچاؤ کا طریقہ یہی ہے کہ ایمان کے تمام شعبوں پر محنت کرو تاکہ ان سے حاصل ہونے والے نور سے ان فتنوں کو پہچان سکو اور یہی ان سے بچنے کا طریقہ ہے۔ جانے بغیر بچاؤ ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں اِن فتنوں کی آگاہی اور ان سے بچاؤ کا مؤثر ذریعہ سورۃ الکھف ہے۔

سورۃ لکہف

حضرت عائشہ سے روایت ہے، جس نے سوتے وقت سورۃ کہف کی (ابتدائی) دس آیتیں پڑھیں، وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ (کنز العمال)

حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ جس نے اس کی آخری دس آیتیں پڑھ لیں، پھر دجال آ گیا تو وہ اس پر قادر نہ ہو سکے گا۔ (کنز العمال)

رسول اللہؐ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن سورۃ الکھف پڑھی اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان نور روشن ہو جاتا ہے۔ (مستدرک الحاکم)

اللہ کے بندو! ان روایات سے تمھیں معلوم ہو جانا چاہیے کہ یہ پوری سورۃ حصولِ نورِ ایمان کا مؤثر ترین ذریعہ ہے اور خاص طور پر اسکی پہلی اور آخری دس آیتیں فتنہ دجال سے ڈھال ہیں۔ ڈھال اِس طرح کہ یہ باطنی آنکھ کے پردوں کو دور کرتی ہیں، پھر انسان کو فتنے نظر آنے لگتے ہیں اور وہ ان سے پناہ لے کر محفوظ ہو جاتا ہے۔

ہلاکت ساری تو غفلت و جہالت میں ہے کیونکہ انسان جب کسی فتنے سے واقف ہی نہیں تو وہ اس سے بچاؤ کیسے کرے گا۔ لیکن جب واقف ہو گا تو بچاؤ ہر حال میں کرے گا کیونکہ یہ انسان کی فطرت میں ہے۔ تم دیکھتے نہیں جسے علم ہوا کہ آگ جلاتی ہے وہ کبھی اُس میں ہاتھ نہیں

ڈالتا۔ جسے علم ہوا کہ پتھر سے چوٹ لگتی ہے، وہ اس سے ہر حال اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ اگر کوئی اس کی طرف پتھر پھینکے اور اس نے پہلے سے بچاؤ کی کوئی تدبیر بھی نہ کی ہو پھر بھی وہ اپنا سر اوپر نیچے یا دائیں بائیں کر کے بچ جاتا ہے۔ یہ اُسی علم کی بناء پر ہے جو چوٹ کی مصیبت کا اسے حاصل ہے۔

اس کے علاوہ فتنوں سے بچاؤ کے لیے تمھیں متعدد علوم کی ضرورت ہے۔ مثلاً تخلیقِ کائنات کا مقصد، کتابِ فرقان اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی صداقت، عذاب و ثواب کی حقانیت، حق و باطل کی پہچان، دوسروں کی فکر، دنیا کی کم مائگی کا یقین، فتنوں سے پناہ لینا، اللہ سے مدد طلب کرنا، غفلت کا انجام، غیر اللہ کا انکار، حقیقی معیارِ کامیابی، دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کا انجام، آیات اور پیغمبروں کی ہنسی کا انجام، بہشت کی خوشخبری، قدرتِ خدا پر کامل یقین، وحی، خدا کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی بشریت اور عمل صالح کی تلقین وغیرہ۔

سورۃ الکھف کی پہلی اور آخری دس آیتوں میں ان تمام علوم کا اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے۔

پہلی آیت میں اللہ کی تعریف، رسول اللہ ﷺ کی رسالت و عبدیت اور قرآن کی عدالت کا ذکر ہے۔ اگلی دو آیتوں میں ان دونوں یعنی رسول اکرم ﷺ اور قرآن کریم کو بھیجنے کے دو مقاصد بیان کیے ہیں؛ ایک یہ کہ برے اعمال کرنیوالوں کو سخت عذاب سے ڈرانا اور دوسرا اچھے اعمال کرنیوالوں کو نیک بدلے کی خوشخبری سنانا۔ ان آیتوں سے مقصود یہ ہے کہ تمھیں کتابِ فرقان اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی صداقت پر یقینِ کامل حاصل ہو جائے۔ اور بشارتوں اور دھمکیوں سے مقصود تمھیں غفلت و تن آسانی سے نکال کر میدانِ عمل میں لانا

ہے۔ اگلی دو آیتوں میں کفار کے ایک عقیدے کی طرف اشارہ کر کے بتایا گیا کہ جو یہ کہتے ہیں محض جھوٹ کہتے ہیں۔ ان آیات میں فتنہء دجال سے متعلق یہ سبق ہے کہ جھوٹ کبھی سچ نہیں ہو سکتا چاہے وہ کثیر الافراد جماعت ہی کیوں نہ بول رہی ہو۔ اور سچ سچ ہی ہو تا ہے چاہے اس کی طرفداری کرنے والا ایک بھی نہ ہو۔ اب جب سچ ناپید ہو گیا ہے اور جھوٹ عقلمندی کی علامت بن گیا ہے تو تم ایسی عقل مندی کو ترک کر دو اور سچ کے ساتھ اجنبی ہو جاؤ۔ اسی میں تمھاری کامیابی ہے۔

آیت نمبر چھ میں لوگوں کے راہِ جہنم اختیار کرنے پر رسول اللہ ﷺ کے رنج کا ذکر ہے۔ دورِ فتن سے متعلق اِس میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اہلِ معرفت نہ صرف اپنی فکر کریں بلکہ انھیں دوسروں کی بھی فکر ہونی چاہیے اِس قدر کہ انھیں اسکا رنج محسوس ہو۔ البتہ اِس میں حکم کا پہلو نہیں ہے لیکن اِس بات کی نشاندہی ہے کہ جو آخرت پر یقین رکھنے والا ہے اُسے دوسروں کو جہنم کی طرف جاتا دیکھ کر دکھ ضرور ہو تا ہے۔

اگلی آیت میں مختلف چیزوں کی پیدائش کا مقصد، آزمائش بیان کیا گیا ہے۔ یہ جان لو کہ جو فتنوں کی بارش تمھارے سروں پر ہو رہی ہے یہ بھی آزمائش ہے، کہ کون اپنا دامن داغ دار ہونے سے بچاتا ہے۔ اس میں کامیابی اسی صورت میں ممکن ہے جب تم دینوی امتحانات کی طرح یا ان سے بڑھ کر اسے سنجیدہ لو۔

اگلی آیت میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہے اسے فناہ کر دیا جائے گا۔ اِس بات پر یقینِ محکم تمھیں فتنوں میں ثابت قدم رکھے گا اور حصولِ دنیا کے لیے فتنوں میں جھانکنے سے روکے رکھے گا۔

اگلی دو آیتوں میں اصحابِ لکہف کی طرف اشارہ ہے جنھوں نے ایمان کو بچانے کے لیے غار میں پناہ لی۔ فتنوں کے اِس دور میں تمھیں بھی یہی روش اپنانی ہے۔ ایک مخصوص وقت تک فتنوں سے مقابلہ، اُسکے بعد گوشہ نشینی اور علیحدگی جیسے حدیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے دجال کے سامنے آنے سے منع فرمایا۔ ان تمام ترکاوشوں کی تلقین کے بعد طلبِ رحمت و ہدایت کی دعا سکھائی۔

"اے ہمارے پروردگار ہم پر اپنے ہاں سے رحمت نازل فرما اور ہمارے کام درستی (کے سامان) مہیا کر۔" (آیت 10)

اللہ کے بندو! تحفظِ ایمان کے لیے فتنوں سے بھاگ کر غار میں پناہ لینے والے اصحاب الکہف کو جب کھانے کی طلب ہوئی تو انھوں نے یہ تجویز دی کہ دیکھو جو پاک طعام ہو اُس میں سے لے کر آؤ۔ یعنی اس تنگی میں بھی انھوں نے کھانے کی پاکی کو ملحوظ رکھا۔ دوسری طرف قربان جاؤں اصحابِ رسول ﷺ پر۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ دجال چالیس دن زمین پر قیام کرے گا جس میں سے ایک دن ایک سال کے برابر، ایک دن ایک ماہ کے برابر، ایک دن ہفتہ کے برابر اور باقی دن تمھارے عام دنوں جیسے ہوں گے۔ یہ سن کر اصحابِ رسول ﷺ کو مال و جان کی نہیں بلکہ دین و ایمان کی فکر پڑ گئی اور دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! جو دن سال کے برابر ہو گا اِس میں نمازیں کیسے ادا کریں؟ کیا ایک ہی دن کی نمازیں ہمیں کفایت کر جائیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں بلکہ تم اِسکا اندازہ کر لینا۔ (صحیح مسلم)

یہ رویہ یقین کی پختگی اور علم و عمل کی درستگی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور تمھارے لیے اس میں سبق یہ ہے کہ رزق کا ذمہ اللہ نے لے لیا ہے اور ایمان کی حفاظت کی ذمہ داری تمھیں دی

ہے۔ سو تم اپنی ذمہ داری پوری کرو اور اللہ کا کام اسی پر چھوڑ دو جیسے اصحاب رسولؐ نے کیا۔

سورۃ الکہف کی آخری دس آیات میں کچھ اہم حقائق سے پردہ اٹھایا گیا ہے جن سے حجاب میں رہنا انسان کے لیے دورِ فتن میں باعثِ ہلاکت ہو سکتا ہے۔

ان میں سے پہلی آیت میں ان لوگوں کے لیے جہنم کی وعید ہے جن کے کان اور آنکھیں اللہ کے ذکر سے غفلت میں ہیں۔ یعنی انکی غفلت انھیں دجال کے فریب میں مبتلا کر دے گی اور وہ اسکی پیروی کر کے جہنم کے مستحق ٹھہریں گے۔

اگلی آیت میں کافروں کی غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ذکر ہے۔ اِس میں بھی مسلمانوں کو اِس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ کفار کا یہ رویہ انھیں فریب میں نہ ڈالے۔ مسلمان غیر اللہ کی طرف نگاہ کرنے کی بجائے اللہ کی طرف رجوع کریں جو انکا حقیقی کارساز ہے۔ اے اللہ کے بندو! تم دیکھتے نہیں کہ آج کتنے مسلمانوں نے حصولِ دنیا کے لیے غیر اللہ کو قبلہ و کارساز بنالیا ہے۔

اگلی دو آیتوں میں دنیا کے بہت سے (High Achievers) کو ہمیشہ کی ناکامی کی وعید سنائی گئی ہے۔ یعنی انھیں اپنے کام پر بہت فخر ہو گا اور وہ اپنے آپ کو بہت کامیاب سمجھ رہے ہوں گے لیکن روزِ قیامت یہ سب کامیابیاں انکے لیے باعثِ ندامت ہوں گے۔ اِس میں بھی اہلِ ایمان کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تم دنیا کے بنائے ہوئے معیارِ کامیابی پر نہیں بلکہ اللہ کے بنائے ہوئے معیار کامیابی پر عمل کرو چاہے تم ذلیل اور جاہل سمجھے جاؤ اور یہی اِس دور کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ ہم نے خالق کو چھوڑ کر مخلوق کے معیار کو اپنالیا ہے۔

اگلی آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لوگوں نے جو آخرت کی بجائے دنیا کو ترجیح دی گویا انھوں نے اللہ کی آیتوں اور قیامت سے انکار کیا۔ یہ اِسلئے کہ اگر یقین رکھتے تو اتنی ادنیٰ

چیز کو اتنی اعلیٰ چیز یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتے۔ ان کے جو بھی اعمال دنیا کے لیے تھے وہ ضائع ہو گئے یعنی موت کے ساتھ ختم ہو گئے اور آخرت میں انکا کوئی حصہ نہیں۔ دورِ فتن میں جہاں بے عملی معمول بن چکا ہے وہاں ان آیات کی تلاوت کرنے والے کو عمل پر قائم رہنے کی پُر زور تلقین ملتی ہے۔ کیونکہ بے عملی انکار کے مترادف قرار دی گئی ہے۔

اگلی آیت میں جہنم بطورِ سزا کا ذکر ہے اور اسکی وجہ آیات اور پیغمبروں کی ہنسی بتائی گئی ہے۔ اور یقیناً بے عملی اور انکار بھی ایک طرح کا مزاح ہے گو کہ درجے میں کم ہے۔ حق کو چھپانے کے لیے دورِ فتن میں آیات اور پیغمبروں پر ہنسی میں اضافہ ہوتا جارہاہے اور یہی وجہ ہے کہ لوگ نادانی میں بالآخر باطل کی پیروی کرنے لگ گئے ہیں۔ کیونکہ جب کسی شے کا مزاح اڑایا جاتا ہے تو لوگوں کے دلوں سے اس کی وقعت جاتی رہتی ہے اور وہ اسے حقیر جاننے لگتے ہیں۔ یہی دجالی نظام کا دھوکہ ہے جس کا اکثر لوگ شکار ہو چکے ہیں۔ ان حقائق سے آگاہ کرنے کے بعد اگلی دو آیات میں اہلِ ایمان جو صالح بھی ہوں، ان کو بہشت کی خوشخبری سنائی گئی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

آیت نمبر 109 میں اللہ کی تعریف بیان کی گئی ہے اور کون بیان کر سکتا ہے اللہ کی تعریف سوائے اللہ کے۔ اِس آیت میں دورِ فتن کے مسلمان کے لیے یہ پیغام ہے کہ کوئی مخلوق جس قدر بھی طاقت ور ہو جائے اللہ اُس سے بہت بلند و بابرکت ہے۔ بہت سے لوگ دجال کی غیر معمولی طاقت کو دیکھ کر اُس پر ایمان لے آئیں گے مگر اِس آیت کا ورد کرنے والوں کے لیے وہ ایک مکھی اور مچھر ہی کی طرح ہو گا کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بزرگی کی تعریف انھیں معلوم ہو گی۔

آخری آیت میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی بشریت کا اعلان کیا تا کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کی طرح کسی باطل عقیدے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ پھر وحی اور وحدانیت کا ذکر کیا اور آخر میں قیامت پر ایمان رکھنے والوں کو عمل صالح کی تلقین کر کے بے عملی کی طرف لے جانے والے تمام راستوں کو بند کر دیا۔

اللہ کے بندو! تم میں سے جو اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھتا ہو اُسے چاہیے کہ ان آیات کو سمجھے اور انھیں روزانہ پڑھے تا کہ دورِ حاضر کے تمام فتنوں سے اسکا قلب محفوظ رہے۔ اسکے ساتھ ان دعاؤں کو بھی زندگی کا حصہ بنائے جو دجال سے بچاؤ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو سکھائیں۔

باطل سے بیزاری

اللہ کے بندو! جب تمھیں معلوم ہو گیا تہذیبِ حاضر کے دامن میں سوائے فتنوں کے کچھ نہیں تو پھر اس سے بیزاری کا اعلان کر دو۔ جیسے اللہ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیمؑ نے کیا۔ آپؑ نے فرمایا: "اور میں آپ لوگوں سے اور جن کو آپ خدا کے سوا پکارا کرتے ہیں ان سے کنارہ کرتا ہوں اور اپنے پروردگار ہی کو پکاروں گا۔ امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کو پکار کر محروم نہیں رہوں گا۔"(19:48)

جب ایسا کروگے تو ایمان ویقین تمھارے دلوں میں رستے بنانا شروع کر دے گا جس کے ردِ عمل میں آسمانی مدد بھی اترنا شروع ہو جائے گی۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب نظام باطل سے بیزاری کا اعلان کیا تو اللہ نے اپنی برکتیں اتاریں اور فرمایا: "اور جب ابراہیمؑ ان لوگوں سے اور جن کی وہ خدا کے سوا پرستش کرتے تھے ان سے الگ ہو گئے تو ہم نے ان کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ بخشے اور سب کو پیغمبر بنایا۔"(19:49) اور جب آپؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ نے اسے حکم دیا کہ اے آگ سرد ہو جا اور ابراہیمؑ پر (موجب) سلامتی (بن جا)۔ لوگوں کے معاملہ میں اللہ کی ہر دور میں یہی سنت رہی ہے۔ جب کوئی جماعت یا فرد اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ اسے کمزور و قلیل ہوتے ہوئے فتح عطا فرما دیتے ہیں۔ اس ضمن میں مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اس نظام سے بیزاری کا مؤثر ترین ذریعہ قرآن و حدیث ہیں جن میں متعدد انبیاؑ کی باطل نظام سے بیزاری کا تذکرہ ہے۔ علاوہ ازیں قرآن و حدیث میں مذکور اہل حق کی خصوصیات میں بھی اس خوبی کا ذکر ملتا ہے۔

اللہ کے بندو ! قرآن و حدیث بہت عظیم خزانہ ہے مگر تم نے اس کے ساتھ نادانوں اور دیوانوں سا سلوک کیا ہے۔ جیسے کسی بچے کے ہاتھ بھاری رقم کا چیک لگے اور وہ اُسے عام کاغذ سمجھ کر ریزہ ریزہ کر دے۔ تم نے بھی اِس عظیم خزانے کو عام جان کر در گزر کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ وہ نسخہ ہے جس میں تمھارے ہر غم کی دوا ہے۔ دنیا کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جسکا اس میں حل نہ ہو کیونکہ اللہ نے کوئی بیماری علاج کے بغیر پیدا نہیں کی۔ اور وہ ناقص نظام جس کی تم 95 سال سے پوجا کر رہے ہو، تمھیں کسی ایک مسئلے کا بھی کامل حل نہ دے سکا۔

تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے۔ کیوں ہر بار جھوٹے وعدوں کے فریب میں آجاتے ہو۔ مومن تو ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا۔ پھر میں تمھارے ایمان کو کیا نام دوں کہ نظامِ باطل کی ظاہری رنگت پر مر مٹتے ہو، پھر ذلیل ہو کر روتے ہو اور ہر بار اِس عمل کو دہراتے ہو۔

تم مہنگائی، تنخواہوں، انفرادی حقوق اور دیگر مسائل کے لیے سڑکوں پر نکل آتے ہو اور احتجاج کرتے ہو لیکن دین کے لیے تم کبھی نہیں نکلتے جو تمھارے ان تمام مسائل کا حل اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

اب جب تم تباہی کے دہانے کھڑے ہو۔ کشتی کے چھید پانی کو راستہ دے رہے ہیں اور تمھیں بھی معلوم ہو گیا کہ ڈوبنا مقدر ہو گیا تو ایسے میں اِس کشتی سے کود جانا بہتر ہے۔ تاکہ تم تیراکی کی مشقت اُٹھا کر کنارے تک پہنچ جاؤ اور اللہ کی وسیع زمین پر خوشگوار زندگی گزارو۔ اور یہ چھید والی کشتی نظام باطل ہے اور اللہ کی وسیع زمین سے مراد نظامِ شریعت ہے اور تیراکی کی مشقت وہ جدوجہد ہے جو نظامِ شریعت کو قائم کرنے کے لیے درکار ہے۔ بغیر اس کے ہلاکت ہی ہلاکت ہے اور جھوٹی آرزوں کا دھندا ہے۔

اور یہ سب کیسے ہو گا یعنی نظامِ شریعت کو غالب کرنے کی تدبیر وجہد کیا ہو گی؟ تو اِس معاملے میں اللہ نے تمھارے اوپر خصوصی انعام کیا ہے۔ اِس پُر فتن دور میں اُس نے تمھارے اندر ایسے عالم و مجاہد پیدا کیے جو راستہ بھی جانتے ہیں اور ہمت بھی رکھتے ہیں۔ تمھارے اندر وہ بہت حقیر سمجھے جاتے ہیں مگر ان کی شان یہ ہے کہ عرشوں پر انکے چرچے ہیں۔ قدسی ان سے ملاقات کے مشتاق رہتے ہیں۔ تم انھیں جانتے ہو مگر دلوں کی سختی نے تمھارے چہروں کو ان سے پھیر دیا ہے۔

پس تم استغفار کرو تاکہ اللہ تمھارے دلوں کو پاک کر دے اور اہلِ حق کی پیروی کا بوجھ تمھارے دلوں سے اٹھالے۔ پھر تم ان کی پیروی میں مغلوب ہو جاؤ یا غالب رہو، ہر حال میں تمھارے لیے کامیابی ہے اور اگر شہید کر دیے جاؤ تو تمھاری کامیابی کے کیا کہنے۔ پس تم پیروی کے ذریعے اہلِ حق کو طاقت فراہم کرو اور باطل کی مدد سے ہاتھ کھینچ لو چاہے تمھیں اس میں ظاہری نقصان ہی کیوں نہ نظر آئے۔ پھر جب شریعت کا نفاذ ہو جائے تو دیکھنا کیسے خیر اترتی ہے کیونکہ دین نام ہی خیر خواہی کا ہے۔

دین خیر خواہی کا نام ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین خیر خواہی کا نام ہے ۔ حضرت تمیم الداری فرماتے ہیں کہ ہم نے پوچھا کس کے لیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ، اسکی کتاب، اُس کے رسول، مسلمانوں کے امراء اور عام لوگوں کے لیے۔(صحیح مسلم)

اے اللہ کے بندو! تم اس کے بندوں کا ہی احسان نہیں جانتے اور مانتے پھر اللہ کے احسان کو کیسے جانو گے اور مان کر شکر بجالاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ کا اتنا کہہ دینا ہی کافی تھا کہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔

مگر قربان جاؤں اصحابِ رسول ﷺ پر جو انبیاؑ کے بعد بہترین لوگ تھے۔ آپ نے ہمارے لیے درِ رسول ﷺ سے مزید وضاحت لے لی تا کہ ہمارے دل کسی معاملے میں تنگی محسوس نہ کریں۔ پھر قربان جاؤں آقا کریمؐ کے جواب پر۔ صرف اتنا کہہ دیا جاتا کہ اللہ اور اسکے بندوں کے ساتھ تو بھی بات واضح ہو جاتی لیکن آپؐ نے اللہ کے ساتھ اُسکی کتاب کا علیحدہ ذکر فرما کر اور انسانوں کا درجات کے حساب سے ذکر فرما کر تمام ممکنہ شبہات کو دور فرما دیا۔

تم نہ رسول اللہ ﷺ کے احسانات سے واقف ہو، نہ ہی اصحابِ رسولؐ کے احسانات سے، پھر اللہ کے احسانات کے معرفت کی توقع تم سے کیسے کی جائے۔

اللہ کے بندو! اللہ سے خیر خواہی یہ ہے:

"کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین کے لیے ہے۔"(6:162)

کتاب اللہ کی خیر خواہی یہ ہے کہ اِسکی نصیحت کو قبول کیا جائے جو دراصل انسان کی اپنی خیر خواہی ہے۔ فرمایا: "وہی تو ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی بعض آیتیں محکم ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کا اتباع کرتے ہیں تاکہ فتنہ برپا کریں اور مراد اصلی کا پتہ لگائیں حالانکہ مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم میں دست گاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو عقل مند ہی قبول کرتے ہیں"۔(3:7)

اور رسول اللہ ﷺ سے بھلائی یہ ہے کہ آپؐ سے ہر شے سے بڑھ کر محبت کی جائے۔
"رسول اللہؐ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسکے ماں باپ، اسکی اولاد اور تمام انسانیت سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"(صحیح البخاری)

اسی طرح قرآن میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں: "کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول ﷺ سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمھیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم بھیجے اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔"(9:24)

اور امراء سے بھلائی یہ ہے کہ انکی فرمانبرداری کی جائے جب تک وہ حدود اللہ کی پاسداری

کریں۔

فرمایا:"مومنو! خدا اور اُس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں صاحبِ حکومت ہیں انکی بھی۔"(4:59)

اور لوگوں سے بھلائی یہ ہے کہ ان سے حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"تمام مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور وہ ان لوگوں کو سب سے زیادہ پسند کرتا ہے جو جو اس کے کنبے والوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔"(مشکاۃ المصابیح)

اللہ کے بندو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تمام تر نصیحتیں اوراحکامات تمھارے لیے باعثِ رحمت ہیں، چاہے تم انکی حکمت کو پاسکو یا نہ پاؤ۔

مگر مجھے یہ حیرت ضرور ہے کہ تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ اللہ جو احکم الحاکمین ہے، جسے کے ہاں کسی غلطی کا امکان ہی نہیں، اس سے دلیلیں مانگتے ہو اور باطل جو سراسر فریب ہے ، آنکھ بند کرکے اُس کی پیروی کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:"بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔ اگر تم خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو شرع خدا میں تمھیں ان پر ہر گز ترس نہ آئے اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی موجود ہو۔"(24:2)

اِسی طرح رجم کے بارے میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ ایک طویل عرصہ گزر جانے کے بعد لوگ کہیں گے کہ ہم نے کتاب مقدس میں رجم کی آیات نہیں پائی ہیں۔ اللہ کی نازل کردہ ذمہ داری کو چھوڑ کر گمراہ ہو جاؤ گے۔ میں تصدیق

کرتا ہوں کہ جو شخص غیر قانونی مباشرت کرے، اگر وہ شادی شدہ ہو اور جرم گواہوں یا عمل یا اقرار سے ثابت ہو، اسے رجم کیا جائے گا۔ سفیان نے مزید کہا کہ میں نے اِس روایت کو اِس طرح حفظ کیا ہے۔

حضرت عمر نے کہا کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے رجم کی سزا دی، آپ ﷺ کے بعد ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

ان واضح احکامات کے باوجود ایک بین الاقوامی ادارہ (Amnesty International)، اللہ، اسکے رسول ﷺ اور کتاب اللہ کی توہین کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

"بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی اور قتل سب سے بھیانک جرائم میں سے ہیں لیکن سزائے موت اسکا حل نہیں ہے۔ سرعام پھانسی غیر ذمہ دارانہ ظلم ہے اور حقوق کا احترام کرنے والے معاشرے میں اس کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ پھانسی چاہے پبلک ہو یا پرائیویٹ انصاف فراہم نہیں کرتی۔ یہ انتقامی کاروائیاں ہیں اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ سزائیں مؤثر روک تھام کا کام کرتی ہیں۔ اگر انسانی جان کی قیمت سب سے زیادہ ہے۔ تو اسے چھین لینا ادنیٰ ترین عمل ہے۔ لوگوں کو موت کی گھاٹ اتار کر تشدد کے چکر کو جاری نہیں رکھنا چاہیے۔"[1]

اللہ کے بندو! گو کہ خطاب کا میرا یہ مقصد نہیں ہے مگر تمھاری مردہ دلی پر مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ایک رپورٹ کے چھوٹے سے ٹکڑے میں کرنے والوں نے آٹھ دفعہ اللہ کے احکامات

---

[1] Pakistan Public hangings are acts of unconscionable cruelty, published on 7 Feb 20 https://www.amnesty.org/en/latest/news/2020/02/pakistan-public-hangings-are-acts-of-unconscionable-cruelty/

کی واضح توہین کی ہے۔ اور اِس طرح کی ہزاروں رپورٹس لوگ لکھ چکے ہیں۔ مگر تم میں سے کسی کا چہرہ بھی غصے سے سرخ نہ ہوا۔ اس قدر اللہ کے احکام بے وقعت ہو گئے۔

میری بات کا اصل مقصد یہ ہے کہ تم سے ثابت کروں کہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو یہ دلیل دینی پڑ رہی ہے کہ اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں اللہ کی بات سچی اور حکمت پر مبنی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت قصاص کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اگلی آیت میں فرماتے ہیں:

" اور اے اہل عقل (حکم) قصاص میں (تمھاری) زندگانی ہے کہ تم (قتل وخونریزی) سے بچو۔"(2:179)

یعنی بظاہر تو تم حکم قصاص کے ذریعے جان کے بدلے جان لیتے ہو لیکن حقیقت کی آنکھ سے دیکھو تو ایک ظالم کے قتل سے ہزاروں معصوموں کے قتل کو روکتے ہو۔ اسی وجہ سے قصاص کو حیات سے تشبیہ دی گئی ہے۔

یہاں یہ آیت خاص طور پر قصاص کی حکمت کو ظاہر کر رہی ہے اور عموماً ہر سزا کی حکمت کو محیط کیے ہوئے ہے۔ کیونکہ قرآن کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی تفسیر کرتی ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ کے کلام کی صداقت اور ان اداروں کے مکر و فریب کی حقیقت انھی کی رپورٹس میں موجود ہے۔2022 کے پہلے چھ ماہ میں "SAHIL'S SIX MONTHS CRUEL NUMBERS REPORT" کے مطابق پاکستان میں یومیہ اوسطاً 12 بچے

جنسی زیادتی کا نشانہ بنے جن کی تعداد 2021ء کے پہلے چھ ماہ میں یومیہ دس تھی۔"[1]

چھ ماہ میں زیادتی کا نشانہ بننے والوں کی کل تعداد 2211 بنتی ہے۔ اب جہاں اللہ کے احکامات کے مطابق دو چار ظالموں کو سزا ہونی تھی وہاں ہم مغرب کی تابعداری میں سالانہ ہزاروں معصوم جانیں قربان کر رہے ہیں۔

دوسرا یہ کہ جوں جوں دین کی پابندیاں کم ہوتی جارہی ہیں توں توں یہ جرائم بھی بڑھتے جارہے ہیں۔ جیسے اس رپورٹ سے واضح ہو رہا ہے کہ 2021 میں زیادتی کا نشانہ بننے والے بچوں کی یومیہ تعداد دس تھی جو کہ 2022 میں بڑھ کر بارہ ہو گئی۔

اللہ کے بندو! تم سے فقط ایک مسئلہ کے حقائق بیان کر دیے ہیں تا کہ تمھیں باطل نظام کے مکر و فریب اور دین کی خیر خواہی سے آگاہی ہو جائے۔ بقیہ تمام معاملات میں بھی تقریباً یہی حال ہے اور اِس میں قولِ فیصل یہ ہے کہ جو بات جس قدر اللہ کے حکموں سے باہر ہو گی اس میں اسی قدر ہلاکت ہے اور جو بات جس قدر اللہ کے حکموں کے مطابق ہو گی اس میں اسی قدر خیر ہے۔

---

[1] Sahil's Six Months Cruel Numbers Report, published on 15 September 2022 by Tribune https://tribune.com.pk/story/2376831/in-pakistan-12-children-sexually-abused-per-day-in-first-half-of-2022

BALANCE OF POWER

اے اللہ کے بندو! اب جب تم اللہ کی منشا اور کھلی نشانیوں کو جان چکے، فتنے تمھارے سامنے بے نقاب ہو گئے اور دین کی خیر خواہی بھی معلوم ہو گئی۔ ایسے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ تمھیں 95 سال (2042 – 1947) سے شریعت کی نعمت سے کیوں اور کیسے محروم رکھا گیا ہے؟

پاکستان تو بنایا ہی اس مقصد کے لیے گیا تھا کہ یہاں اللہ کے نظام کو قائم کیا جائے، پھر اب تک ایسا کیوں نہ ہو سکا؟

اِس بات کی تہہ تک پہنچنے کے لیے تمھیں تمام تر عوامل کو مدِ نظر رکھنا ہو گا۔ یعنی ترکِ شریعت سے پیش آنے والی مصیبتوں کو ہی نہیں بلکہ اس کی وجوہات کو بھی دیکھنا ہو گا۔ بنیادی طور پر تین لوگ اس ناکامی کے موجب ہیں۔ عوام، حکمران اور حزب الشیطان۔ ان میں سے عوام نے ایمان بیچا ہے، حکمرانوں نے حکومت لی ہے اور حزب الشیطان نے اپنا نظام نافذ کیا ہے۔ گو کہ اخروی اعتبار سے تینوں گروہ خسارے میں ہیں مگر دنیا میں جو گروہ عذاب میں مبتلا ہے وہ عوام ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے دنیا کو دین پر ترجیح دی ہے۔ جب تم نے دین کو پسِ پشت ڈال دیا تو حکمرانوں کی راہ مزید ہموار ہو گئی کیونکہ انکا مقصد بھی دین دشمنی سے پورا ہوتا ہے۔ حکمران اس عمل سے باطل قوتوں کو خوش کرتے ہیں اور پھر ان سے حاصل ہونے والے ٹکڑوں سے چند لقمے تمھیں ڈال کر اپنی حکومت قائم رکھتے ہیں اور عیاشیاں کرتے

ہیں۔ اتنے طویل عرصے سے اس ملک میں اسلامی نظام نہ قائم ہونے کی بنیادی وجہ تمھاری کمتری اور باطل کی برتری ہے۔ حکمران تو ہوا کے رخ اڑتے ہیں کیونکہ انکا مقصد تو حکومت بچانا ہے؛ اب چاہے وہ حق سے ہو یا باطل سے ہو۔

اِس کی مثال ایسے ہے جیسے ترازو کے دو پلڑے۔ جس پلڑے میں وزن زیادہ ہوتا ہے ترازو اُسی طرف جھک جاتا ہے۔ یہاں ہمیشہ باطل کا پلڑا بھاری رہا اِسی وجہ سے حکومتیں اسی طرف جھکی رہیں۔ تم نے کبھی ایسی مؤثر جدوجہد کی ہی نہیں کہ حکمران باطل کو چھور کر تمھاری طرف جھکنے پر مجبور ہو جاتے۔ اِس کی متعدد مثالیں تمھارے پاس موجود ہیں کہ جب تم کسی جزوی معاملے میں ڈٹ کر کھڑے ہوئے، حکمرانوں کو باطل کی چوکھٹ سے سر اٹھانا پڑا۔

جیسے آج سے پچیس سال پہلے (یعنی 2017 میں) ایک حکومتی جماعت نے باطل کی خوشنودی کے لیے ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی تھی جس کے مقابلے میں تحریک لبیک پاکستان ڈٹ کر کھڑی ہوئی۔ حکمرانوں نے انھیں پسپا کرنے کے لیے ہر حربہ اپنایا مگر ناکام ٹھہرے اور بالآخر ان کے مطالبات منظور کیے۔ اِسی طرح اور بھی جزوی کوششوں کی مثالیں موجود ہیں مگر پورے نظام کے خلاف تم کبھی نہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور غلامی کا طوق گلے میں ہی ڈالے رکھنا منظور کیا۔

اللہ نے تمھیں ایک طویل مہلت دی مگر تم اسکے حکموں کی پاسداری کرنے میں ناکام رہے۔ مگر یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے وہ تمام حاجتوں سے منزہ و آزاد ہے۔ اسے تمھاری قطعاً ضرورت نہیں بلکہ یہ اُس کی طرف سے نعمت تھی کہ تم دنیا میں اسکا نظام قائم کرکے آخرت کے عظیم اجر کے مستحق ٹھہرو۔

اب یہ نعمت تمھارے ہاتھ سے نکل رہی ہے۔ تمھارے پاس بہت کم وقت باقی ہے۔ ایک صدی کی تکمیل میں صرف پانچ سال باقی ہیں اور جان لو کہ بس یہی تمھاری مہلت ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ باطل اپنے شکنجے مضبوط کرتا جارہا ہے اور تمھارے لیے مشکل بڑھتی جارہی ہے۔ تم اگر چاہتے ہو کہ دنیاو آخرت کی ذلت سے بچ جاؤ تو تمھیں جان ہتھیلی پر رکھ کر جدوجہد کرنی ہو گی۔ بہت خون بہنے والا ہے کیونکہ باطل نے اِس وطن کے چپے چپے میں اپنے شکنجے گاڑے ہوئے ہیں۔ جیسے ہرن کو شیر نے دبوچ لیا ہو تا ہے تو وہ اُسے کسی صورت چھوڑنے پر راضی نہیں ہو تا جب تک اُسے ہلاک نہ کر ڈالے۔ واحد راستہ یہی ہے کہ کسی طریق سے ہرن کو شیر کی گرفت سے جبراً کھینچ لیا جائے۔ گو کہ یوں وہ مزید زخمی ہو گی مگر ہلاکت سے بچ جائے گی۔ اب تمھارے پاس بھی نجات کا یہی رستہ ہے کہ چند روز جدوجہد کی تکلیف کاٹ لو پھر ہمیشہ کا عیش و آرام تمھارا مقدر ہو گا۔ یا یونہی غفلت میں پڑے رہو تاکہ ظالم تمھارے خون سے اپنے اقتدار کو سیراب کرتے رہیں۔ اور یوں ظلم کی چکی یہاں چلتی رہے۔

فیصلہ اب تمھارا ہے کہ آیا تم قوت ایمانی سے ترازو کو اپنی جانب جھکاتے ہو یا باطل کے لیے میدان خالی چھوڑ دیتے ہو۔

علماء سے التجاء

اللہ کے بندو! اگر کسی شہر میں ایک بدمعاش رہتا ہو جو وہاں کے کمزور لوگوں کو خوف دلا کر ان سے ماہانہ بھاری رقم وصول کرتا ہو۔ ایسے میں اس علاقے کے کچھ صاحبِ استطاعت اور دردِ انسانیت رکھنے والے لوگ ان مظلوموں میں سے آٹھ دس لوگوں کو ماہانہ چند روپے دے کر مطمئن ہو جائیں کہ وہ مظلوموں کی مدد کر رہے ہیں اور روز قیامت یہ ان کے لیے باعث نجات ہو گا۔ حالانکہ یہ سراسر خود فریبی ہے۔

کیونکہ مظلوم لوگ تو ماہانہ بھاری رقم ظالموں کو دے رہے ہیں۔ ایسے میں انھیں چند روپوں سے کیا فرق پڑے گا جو کبھی مل گئے اور کبھی نہ ملے۔ اس کے علاوہ صاحبِ استطاعت لوگ صرف آٹھ دس لوگوں کی امداد کر رہے ہیں جبکہ ظلم کی چکی میں آٹھ دس ہزار پِس رہے ہیں۔ تم بھی اس خود فریبی میں مبتلا ہو۔

اس ملک کے عوام کو باطل نظام نے جکڑا ہوا ہے۔ آٹھوں پہر اللہ کے حکموں کو پامال کیا جارہا ہے۔ جبکہ تم اس بات پر مطمئن ہو کہ میں مسجد میں اتنا صدقہ دیتا ہوں، میرے اتنے طالبعلم ہیں، اتنے حفاظ کا استاد ہوں، میں نے اتنی کتابیں لکھی ہیں، تبلیغ میں میرا اتنا وقت لگا ہے، میرے بیان میں لاکھوں لوگ شریک ہوتے ہیں اور میرے سوشل میڈیا پر اتنے فالورز ہیں وغیرہ۔ یہ سراسر خود فریبی ہے۔ کیونکہ جہاں تم ان کی ایک گھنٹہ تبلیغ کرتے ہو وہاں یہ باطل نظام 23 گھنٹے انھیں اپنا سبق پڑھاتا ہے۔ جہاں تمھارے ایک لاکھ مرید ہیں وہاں یہ باطل

نظام بیس کروڑ عوام کا پیر ہے۔ تمھارا یہ چلو بھر پانی اس پھیلتی ہوئی آگ کو بھلا کیسے بجھا سکے گا۔

تمھارا فرض اول یہ تھا کہ باطل کی گردن مارنے کی کوئی تدبیر کرتے۔ یہ فرض جب ادا ہو جائے پھر تم مدرسے بھی بناؤں اور تبلیغ بھی کرو۔ کیونکہ فرض کا بدل نوافل نہیں ہو سکتے۔ اس نظام کے خلاف جہاد فرض ہے جبکہ جو کچھ تم کر رہے ہو وہ نفلی عبادتیں ہیں۔

اے انبیاءؑ کے وارثو! اللہ نے تمھارے کندھوں پر بڑی بھاری ذمہ داری ڈالی ہے۔ تم پوری قوم کو یا کامیابی و کامرانی کی طرف لے کر جاؤ گے یا ذلت و پستی کی طرف۔ اس قدر عظیم ذمہ داری کے باوجود تم نے نہایت غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے قوم آزادی کے باوجود 95 سال سے حقیقی طور پر آزاد نہ ہو سکی۔ وہ تمھاری پیروی کریں تو کیسے ؟ تم نے اسلام کو کئی فرقوں میں بانٹ لیا ہے اور پھر ایک دوسرے کی تکفیر بھی کرتے ہو۔ آپس میں اس طرح بغض رکھتے ہو جیسا بغض کفار سے بھی روا نہیں۔ تم ایک دوسرے کی مسجدوں میں نماز نہیں پڑھتے حالانکہ اللہ نے پوری زمین کو نماز کے لیے درست قرار دیا ہے۔ تم اپنے مسلمان بھائیوں کے کھانے کو حرام قرار دیتے ہو حالانکہ اللہ نے اہل کتاب کا کھانا بھی جائز قرار دیا۔

دوسری طرف باطل نظام اس ملک کے رگ و ریشہ میں اتر چکا ہے مگر تمھارا خون ذرا جوش نہیں مارتا۔ سودی نظام، جو کہ اللہ سے جنگ ہے، پورا ملک اس میں شریک ہے مگر تم خاموش ہو۔ عورت کا جسم برہنہ سے برہنہ تر ہوتا جا رہا ہے مگر تم خاموش ہو۔ زنا کے اڈے اس ملک میں جا بجا چل رہے ہیں مگر تم خاموش ہو۔ جس عورت کا گھر میں نماز پڑھنا بنسبت مسجد کے افضل ہے، وہ فلموں، ڈراموں اور کھیلوں میں اپنے جسم کی نمائش کر رہی ہے مگر تم خاموش

ہو۔ اللہ کی حکم کردہ سزاؤں؛ رجم اور سنگسار وغیرہ کو ظلم قرار دے کر ترک کر دیا گیا ہے اور ظالمو! تم خاموش ہو۔ ہم جنس پرستی کی راہیں ہموار کر دی گئی ہیں مگر تم خاموش ہو۔ نصاب سے قرآن و حدیث کو نکال کر شیطانی اور غلیظ مواد شامل کر دیا گیا جیسے COMSAT یونیورسٹی کا incest سے متعلق پرچہ سامنے آیا، مگر تم خاموش ہو۔ قرآن و حدیث کی ہر روز توہین کی جا رہی ہے مگر تم خاموش ہو۔ اہل حق کو حق گوئی پر جیلوں میں ڈالا جا رہا ہے مگر تم خاموش ہو۔ ظالم ہر ظلم کے باوجود آزاد پھر رہے ہیں مگر تم خاموش ہو۔ اسلام دشمن ہیروز بن گئے اور اسلام پسند دہشتگر مگر تم خاموش ہو۔ میں تمھیں تمھارا کون کون سا جرم گنواؤں۔ مزید ظلم یہ کہ تم اس باطل نظام کے گن گا کر عوام کو مزید گمراہ کرتے ہو کہ اس ملک میں اسلامی نظام رائج ہے۔ ظالمو! تم انبیاءؑ کے وارث ہو اور انبیاءؑ نے تو اپنے اپنے ادوار کے بتوں کو توڑا تھا نہ کہ ان کی حفاظت کی تھی۔ تم قرآن و حدیث پڑھتے پڑھاتے ہو تو اُس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ علماء کا اللہ کے ہاں بڑا مقام ہے اور میں اللہ سے تمھارے معاملے میں اپنے سخت لہجے کی معافی طلب کرتا ہوں اور تم سے بھی۔ مگر یہ جان لو کہ یہ سختی میرے نفس کی خواہش سے نہیں بلکہ تمھاری بھلائی کے لیے ہے کہ تم دنیا و آخرت کی ذلت سے نجات حاصل کر لو۔ کیونکہ جہاں رسولِ خدا ﷺ نے علماء کے مقام و مرتبہ کا ذکر فرمایا وہاں انکی پستی کی بھی نشاندہی کی۔

"حضرت علی المرتضیٰؓ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ عنقریب لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اسلام میں صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن میں سے صرف اس کے نقوش باقی رہیں گے۔ ان کی مسجدیں (بظاہر تو) آباد ہوں گی مگر حقیقت میں

ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے کی مخلوق میں سے سب سے بدتر ہوں گے۔ فتنہ انہی میں سے برآمد ہوگا اور ان ہی میں لوٹ جائے گا۔" (بیہقی)

اللہ کے بندو! (اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو) کی تلاوت کر کے تم سو، دو سو نیکیاں تو لے لیتے ہو مگر یہ نہیں دیکھتے کہ اس معاملے میں بے عملی کا مظاہرہ کر کے جہنم کو اپنے نام کرتے ہو۔ یہ کیسی عقل مندی ہے؟

تم اسلام کو چھوڑ کر اپنے اپنے مسالک کے جھنڈے اُٹھائے پھرتے ہو تو پھر مجھے بتاؤ کہ حکومتی یا عالمی سطح پر کس مسلک کا جھنڈا بلند ہوا ہے شیعوں کا یا سنیوں کا، بریلویوں کا یا دیوبندیوں کا یا اہلِ حدیث کا۔

اللہ کے بندو! احکامِ الٰہی کی توہین آج سر عام ہو رہی ہے یہ کس کا مسلک ہے؟ مختلف طریقوں سے سنت کا مزاح اڑایا جا رہا ہے، یہ کس کا مسلک ہے؟ عورتیں برہنہ جسم پھرتی ہیں یہ کس کا مسلک ہے؟ زنا کے اڈے کھلے ہوئے ہیں، شراب عام ہے، یہ گندے دھندے کس مسلک کی تعلیمات ہیں؟ تم دیکھتے ہو کہ حکومتی سطح پر کون سی برائی ہے جو نہیں ہو رہی۔ اِس بے راہ روی سے کس مسلک کا جھنڈا بلند ہو رہا ہے؟

اگر یہ سنیوں کا مسلک ہے تو تم اس پر ڈٹے رہو، آخرت میں تمھارا حصہ ہو نہ ہو کم از کم دنیا میں تو تمھارے مسلک کا جھنڈا بلند ہے۔ اگر یہ شیعوں کا مسلک ہے تو تمھیں مبارک ہو کہ دنیا کا نظام تمھارے مسلک کے مطابق چل رہا ہے۔ اگر یہ بریلویوں کا مسلک ہے تو انھیں مبارک ہو۔ دیوبندیوں کی تعلیمات ہیں تو انھیں مبارک ہو۔ اہلِ حدیث کی پیروی میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے تو انھیں مبارک ہو۔

مگر کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ بے حیائی اور بری باتوں کا حکم دیتا ہے؟ وہ تو تمھیں اِس سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ تم ان سب باتوں سے واقف ہو اور جانتے ہو کہ یہ گندا نظام کسی کا بھی مسلک نہیں ہے۔ پھر کیوں فرقوں میں پڑ کر اِس گندے نظام کے لیے راستے ہموار کرتے ہو۔

واللہ یہ قوم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والی ہے۔ یہ اپنی جانوں سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے انس رکھتے ہیں اور وقت پڑنے پر جان نچھاور کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور وہ نظامِ مصطفیٰ کے بھی حامی ہیں اور نظامِ باطل سے بیزار ہیں مگر وہ کیا کریں۔

جب تم نے درجنوں فرقے اور جماعتیں بنالی ہیں تو وہ کس کے حق میں ووٹ دیں۔ قوم تمھارے حق میں ووٹ دیتی بھی ہے تو وہ ضائع جاتا ہے۔ پھر آخر وہ تنگ آکر چند روپوں کے عوض لٹیروں کو اپنا ووٹ بیچ دیتے ہیں۔ پھر ان کے مظالم پر آنسو بہاتے ہیں۔

جان لو کہ اِس ظلم کے ذمہ دار تم ہو۔ اگر تم ایک جماعت ہو کر کھڑے ہوتے تو دیکھ لیتے کہ قوم ہر مرتبہ تمھارے حق میں کیسے فیصلہ دیتی۔

اب تک جو ظلم تم قوم کے ساتھ کر چکے سو کر چکے۔ اگر تم اب بھی چاہتے ہو کہ دنیا و آخرت کی ذلت سے بچ جاؤ تو پھر ایک جماعت ہو جاؤ۔ اِس کا مطلب ہر گز نہیں کہ تم علمی اختلاف چھوڑ دو۔

اِس کا مطلب یہ ہے کہ اختلافات کے باوجود باطل جماعتوں کے مقابلے میں ایک ایسی انقلابی جماعت تیار کرو جس کا مقصد مسلک نہیں بلکہ دینِ اسلام ہو۔

پھر تم دیکھ لوگے کہ 95 سال سے قوم کو یرغمال بنانے والی جماعتیں کیسے منہ کے بل گرتی ہیں۔ اب یہ کیسے ہو گا یہ تم نے فیصلہ کرنا ہے۔

اختتامی کلمات

اے درویشو! جب تم نے دنیا کے عوض آخرت کا سودا کر لیا ہے تو پھر اس خزانے کی حفاظت کرو۔ آج اِس کی حفاظت یہ ہے کہ تم تلواروں اور ہتھیاروں سے جہاد کرو۔ اور لوگوں کو جہاد کے لیے ابھارو جیسے اول دور میں حضور ﷺ کو حکم ہوا تھا۔

"مسلمانوں کو قتال کے لیے ابھارو۔"

اور قرآن کی پکار سنو۔ وہ تمھیں مظلوموں کی حمایت کے لیے بلا رہا ہے۔

"اور تم کو کیا ہوا کہ خدا کی راہ میں اور اُن بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اِس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا۔ اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔"(4:75)

تم نے قبل از وقت بادہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ اللہ نے تمھاری قوم کو ایک صدی کی مہلت دی تھی اور اس کی تکمیل میں پانچ برس ابھی باقی ہیں۔ اگر قوم اللہ کی طرف رجوع کر لیتی ہے تو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں عظیم انعامات ہیں اور اگر باطل کی غلامی پر رضامند رہتی ہے تو صدی کے پورا ہونے کے بعد جان لو کہ واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔ پھر تمھارے لیے حکم ہے کہ یہاں سے ہجرت کر جانا۔

مگر مجھے امید ہے کہ قوم تمھاری پکار پر لبیک کہے گی۔ تم ابھی یہاں اصحابِ صفہ کی تعداد (یعنی تقریباً 400) کے برابر موجود ہو اور اس ملک میں اسلام کے غلبے کے بعد، تم سے میں دوبارہ اِسی مقام پر ملاقات کروں گا۔ تب تمھاری تعداد اصحابِ بدر (یعنی 313) جتنی رہ جائے گی۔

اور جان لو کہ غیب کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں یا وہ جسے جتنا عطا کر دے۔

آپ سب کو بندہء خدا خضرؑ کا سلام۔ اللہ تمہارا نگہبان ہو۔

انقلاب

اے میرے ہم وطنو! یہ تھا حضرت خضرؑ کا خطبہ، جسے آپ تک پہنچانے کی ذمہ داری امیر المومنین نہ مجھے سونپی تھی۔ اور یہی خطبہ تھا جس نے سوئی ہوئی قوم کو حالیہ اسلامی انقلاب کے لیے بیدار کیا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ اللہ کی یہ نصرت، مجاہدینِ اسلام کی قربانیوں کے صدقے عطا ہوئی ورنہ یہ مغرب زدہ قوم تو کسی صورت اس کی اہل نہ تھی۔

حضرت خضرؑ جب رخصت ہوئے تو تمام درویشوں نے اسی مقام پر نمازِ فجر ادا کی جس کی امامت سید شمس الدین نے کی تھی۔ سید شمس الدین وہ مرد مجاہد تھے جنھوں نے نوعمری میں افغان جہاد میں حصہ لیا۔ پھر جب 1996ء میں وہاں اسلامی حکومت قائم ہوئی تو آپ واپس پاکستان آگئے تاکہ یہاں بھی اسلامی نظام کے لیے جدوجہد کر سکیں۔ پھر جب امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے 2001ء میں دہشتگری کی آڑ میں افغانستان پر حملہ کیا تو آپ پھر افغانستان چلے گئے۔ وہاں آپ نے بیس سال مسلسل جہاد کیا اور غاصب افواج پر کئی کامیاب حملے کیے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو جب اندازہ ہو گیا کہ مسلمان مجاہدین سے جنگ جیتنا، انکے بزدل جرنیلوں کے بس کی بات نہیں۔ تو بالآخر وہ بیس سال کی ذلت آمیز ناکامی کے بعد اپنا بہت سا قیمتی جنگی سامان وہیں چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ افغانستان میں مسلمانوں کی فتح کے بعد سید شمس الدین واپس پاکستان لوٹ آئے۔ آپ ایک طویل عرصے تک پاکستان میں

باطل نظام کے خلاف غیر مسلح جہاد کرتے رہے۔ آپ کو اسی جرم میں کئی مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلنی پڑیں۔ آپ جب ضعیف ہو گئے اور قوم کی بیداری کی امید بھی جاتی رہی تو بالآخر 2042ء میں آپ نے گوشہ نشینی کی غرض سے جنگل کا رخ کیا۔ آپ کے علم، زہد و تقویٰ اور جنگی کارناموں کی وجہ سے تمام درویش آپ کو اپنا امام تصور کرتے تھے اور اکثر معاملات میں آپ ہی سے فیصلہ اور رہنمائی لیتے تھے۔

اس انقلابی تحریک کے لیے بھی درویشوں نے آپ ہی سے رہنمائی چاہی۔ آپ نے دس دس لوگوں کی چالیس جماعتیں تشکیل دیں اور صوبوں کے حساب سے انھیں ذمہ داریاں سونپ دیں۔ اس کے علاوہ آپ نے علماء کرام کے نام ایک مختصر پیغام قلم بند کروایا جس میں آپ نے فرمایا: "اے وارثین انبیاء! اللہ نے اس ملک کو امامت کے لیے چن لیا ہے اور اس کی بشارت اپنے بندے حضرت خضرؑ کے ذریعے سنا دی ہے۔ یہ جماعت جو تمھارے پاس آئی ہے، اسکی بات سنو اور اس پر عمل کرو اور لوگوں کو بھی عمل کے لیے ابھارو۔ دیکھو! فتح کا فیصلہ سنایا جا چکا ہے۔ بس امتحان اتنا ہے کہ آیا تم 313 یعنی اہل حق کے ساتھ کھڑے ہوتے ہو یا 1000 یعنی باطل کی قوت سے مرغوب ہو کر ان کا ساتھ دیتے ہو۔ اس کے علاوہ تیسرا کوئی راستہ نہیں کہ تم عذر تلاش کرو۔ حضرت کعب بن مالک جو تقریباً ہر غزوہ میں شریک ہوئے لیکن جب تبوک میں پیچھے رہے تو رسول اللہ ﷺ نے پچاس دن رات آپ سے بات نہ کی اور اصحاب کو بھی یہی حکم دیا۔ تم کس امید سے کم ہمتی کا شکار ہوئے کھڑے ہو۔ جنت کا حصول اتنا سہل نہیں جتنا تم نے سمجھ لیا ہے۔ اس لیے آخرت اور ہمیشہ کے آرام کی خاطر اپنی آرام گاہوں سے نکلو اور بدر و حنین والوں کی سنت کو زندہ کرو۔ اور اپنے دلوں پر یہ بات نقش

کرلو کہ ہے تمھارے ہر مسئلے کا جواب؛ انقلاب انقلاب۔

یکم مارچ 2043 بعد از نماز فجر انقلابی مارچ شروع ہو گا۔ تمام علاقوں سے علماء کرام اپنی اپنی جماعتیں لے کر فیض آباد کی طرف مارچ کریں گے۔ ممبر و محراب تمھارے پاس ہے۔ تم لوگوں میں شہادت کا وہ جذبہ بیدار کرو جیسا قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ یہاں تقریباً تمام کلمہ گو مسلمان بستے ہیں اس لئے کوئی کسی بے گناہ کے خون سے اپنے ہاتھوں کو نہ رنگے کیونکہ یہ اللہ کے نزدیک بدترین گناہوں میں سے ہے۔ ہمارا مقصد شریعت کا نفاذ ہے اور اس کے لیے نے ہم نے "کسی کی جان لینی نہیں اور اپنی جان بچانی نہیں"۔ اور میرے علم کے مطابق پاکستان جیسے ملک میں نفاذِ شریعت کا یہی مؤثر ترین ذریعہ ہے۔

ہم فیض آباد کے مقام پر جمع ہوں گے اور پانچ مارچ 2043 بعد از نماز فجر قائدین کو تمام تر حکمت عملی سے آگاہ کیا جائے گا۔ مجھے یہ بھی اندازہ ہے کہ فیض آباد پہنچنے تک سینکڑوں لوگ شہید ہو چکے ہوں گے۔ جن جماعتوں کے لیے ممکن ہو کہ وہ اپنے شہدا کی لاشوں کو اپنے ساتھ فیض آباد لا سکیں تو وہ ضرور لے کر آئیں۔ 5 مارچ کے اجلاس سے پہلے تمام تر شہدا کی اجتماعی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ عین ممکن ہے کہ اجلاس سے پہلے ہی مغرب نواز حکمران ملک سے بھاگ کر اپنے اپنے آقاؤں کے پاس پناہ لے چکے ہوں گے جیسے 2021ء میں امارت اسلامی افغانستان میں ہوا تھا۔ اگر یہ نہ بھی ہوا تو ہمارے پاس مرحلہ وار تمام تر حکمت عملیاں موجود ہیں۔ آپ کو سید شمس الدین کا سلام پہنچے۔"

یکم مارچ میں چالیس دن باقی تھے اور تمام درویش حضرت خضرؑ کا خطبہ اور سید شمس الدینؒ کا

پیغام لے کر متعلقہ علاقوں کی طرف نکل گئے۔ انھوں نے اپنی ذمہ داری کو بڑے احسن طریقے سے سرانجام دیا۔ اس کاوش نے ایسا اثر دکھایا کہ بہت جلد انقلابی فضا پیدا ہو گئی۔ شہر شہر "تمام مسائل کا ایک ہی جواب؛ انقلاب انقلاب" اور "اپنی جان بچانی نہیں؛ کسی کی جان لینی نہیں" کے نعروں سے گونجنے لگے۔ جوں جوں یکم مارچ قریب آتی جا رہی تھی، توں توں انقلابی ہوا، آندھی میں بدلتی جا رہی تھی۔

متعلقہ حکومتی اداروں نے حکومت کو بھی اس بارے میں وارن کر دیا تھا جس کے ردِ عمل میں حکومت نے سکیورٹی اداروں کو ان لوگوں کے خلاف کاروائی کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یکم مارچ سے پہلے ہی جیلیں بھرنا شروع ہو گئی تھیں مگر اس سے تحریک پر کوئی منفی اثر نہیں پڑا تھا۔ حکومت کو جب انقلابی مارچ کی تاریخ کا علم ہوا تو انھوں نے سکیورٹی اداروں سے حفاظتی پلان طلب کر لیا تھا۔ باہمی مشاورت کے بعد دفاع کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا جس کا مقصد لوگوں کو اپنے شہروں سے فیض آباد کی طرف مارچ کرنے سے روکنا تھا۔ تمام صوبوں کے خارجی راستوں میں فرنٹ لائن پر پولیس کو تعینات کر دیا گیا۔ ان سے پیچھے رینجرز کو تعنیات کیا گیا اور سب سے آخر میں پاک فوج کو آخری قلعے کے طور پر تعنیات کیا گیا جسے مارچ کو ہر صورت میں روکنا تھا، چاہے انھیں تمام قسم کے ہتھیار بھی استعمال میں لانا پڑیں۔

یکم مارچ کا ابھی سورج طلوع ہی نہ ہوا تھا کہ لوگ جوق در جوق اپنے علاقوں سے نکلنا شروع ہوئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کا ایک سیلاب امڈ آیا اور پورے ملک میں ایک ہی صدا گونج رہی تھی:

"تمام مسائل کا ایک ہی جواب؛ انقلاب انقلاب"

پورے ملک میں موجود باطل قوتیں اور ان کے آلہ کار خوف سے لرزہ براندام تھے۔ لوگوں کا یہ سمندر پولیس اور رینجرز کو تنکوں کے طرح بہا کر لے گیا۔ فوجی قیادت نے جب یہ کیفیت دیکھی تو مصلحت سے کام لیتے ہوئے، تعنیات کردہ فوج کو طاقت اور ہتھیاروں کے استعمال سے روک دیا۔ یوں بلا جنگ و جدل تمام تر قافلے فیض آباد پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ ساتھ ہی مغرب نواز حکمرانوں کی ایک ایک کر کے ملک چھوڑنے کی خبریں آنا شروع ہو گئیں۔ پانچ مارچ کو سید شمس الدین نے صرف علماء کرام سے خطاب کیا کیونکہ لوگ اس قدر تھے کہ فیض آباد اور اس کے گردونواح میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی اور اتنے بڑے مجمع سے خطاب ممکن نہ تھا۔ لوگوں نے کسی قسم کی بدنظمی کا مظاہرہ نہ کیا کیونکہ علاقہ وار ان کے ساتھ امیر تعینات کیے گئے تھے جو کہ ان کے نظم و ضبط کے ذمہ دار تھے۔ سید شمس الدین کو بھی حکمرانوں کے ملک چھوڑنے کی خبریں موصول ہو چکی تھیں؛ آپ نے باہمی مشاورت کے بعد جید علماء کرام کو مختلف حکومتی دفاتر کا کنٹرول سنبھالنے کے لیے روانہ کیا۔ اگلے دن شام کے وقت سید شمس الدین کا پیغام پورے ملک میں نشر کیا گیا جس میں قوم کو مبارک باد دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"اللہ کی نصرت سے اور حضور اقدس ﷺ کے نام گرامی کی برکت سے آج ہمیں طاغوتی طاقتوں کے جبر سے آزادی نصیب ہوئی۔ آپ کو نظامِ مصطفیٰ ﷺ مبارک ہو جو کہ سر تاپا رحمت ہی رحمت ہے۔"

لوگوں کا یہ سننا تھا کہ سب کے سب سجدہ ریز ہو گئے۔ اس ایمان افروز منظر نے بیس سال پہلے (2021) کی یاد کو تازہ کر دیا جب امریکہ اور اسکے اتحادی افغانستان سے شکست خوردہ ہو

کر بھاگے تھے اور شیر دل طالبان ازراہِ شکر سجدہ ریز ہو کر بچوں کی طرح بلک بلک کر روئے تھے۔

مقصد کلام

اے میرے ہم وطنو! تم میں سے اکثر اس تحریک میں شامل تھے اور حضرت خضرؑ کا خطبہ بھی بیشتر نے سن رکھا ہے۔ اسے دوبارہ بیان کرنے کا مقصد تمھیں پھر سے بیدار کرنا ہے کیونکہ مقصد ابھی حاصل نہیں ہوا۔ اِس عظیم جدوجہد کی تکمیل ابھی باقی ہے۔ جیسا کہ ابتدا میں ذکر کیا گیا کہ حق و باطل کے مابین آخری عظیم جنگ میں شمولیت کی تمھیں خوشخبری سنا دی گئی ہے۔ اور یہ اللہ کا عظیم انعام ہے تم پر کیونکہ اس جنگ میں شریک ہونے والے لشکر کے لیے عظیم بشارتیں ہیں۔ لیکن افسوس کن بات یہ ہے کہ وہ جنگ بالکل سر پر ہے اور تم اس کے لیے بالکل تیار نہیں ہو۔ تم حالیہ اسلامی انقلاب (2043) کو مد نظر رکھ کر ضرور سوچ رہے ہو گے کہ ہم کیسے تیار نہیں ہیں؟ آپ کا تعجب درست ہے لیکن در حقیقت حالیہ اسلامی انقلاب کی جدوجہد بہت قلیل عرصے پر محیط تھی اور تمھیں کوئی قربانی بھی دینے کی نوبت نہیں آئی۔ لیکن آخری عظیم جنگ طویل بھی ہے اور آزمائشوں سے بھرپور بھی۔ اس جنگ کے لیے ایسے لشکر کی ضرورت ہے جس کے رگ وپے میں ایمان ویقین رچ بس گیا ہو۔ حالیہ اسلامی انقلاب تمھارے جذبوں کو ابھار کر برپا کیا گیا لیکن جہاں جنگ طویل ہو اور آزمائشیں زیادہ ہوں وہاں خالی جذبے بے سود ہیں جب تک کہ ایمان ویقین سے بنیادیں مستحکم نہ کر لی گئی ہوں۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس خطبے کو بار بار پڑھو تا کہ تمھارے دلوں کی کالک مٹ سکے۔ دل جب صاف ہوں گے تو قرآن فہمی کے لیے راہ ہموار ہو جائے گی جو کہ ایمان و یقین کے حصول کا بنیادی ذریعہ ہے۔ پھر اس کلامِ عظیم کی برکت سے تمھیں سنت نبوی ﷺ سے بھی والہانہ عشق ہونے لگے گا اور تہذیب حاضر کی بدصورتی تم پر کھلنے لگے گی۔ تم دیکھ لو گے کہ جس تہذیب کی زلف کے تم گرویدہ تھے وہ دراصل تمھارے گلے کا پھندا تھا، اور تم اس سے خوفزدہ ہو کر بھاگو گے تو شریعت محمدی ﷺ تمھاری آنکھوں کا تارا اور دل کا سرور بن جائے گی۔ جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو پھر کوئی طاقت میدان جنگ میں تمھارے پاؤں نہ اکھاڑ سکے گی۔ پھر اللہ تمھارے ذریعے ہی امام مہدیؑ کی حکومت کو مستحکم کرے گا اور یہ بہت عظیم منصب ہے اگر تم سمجھو تو۔